# دولہ اسلامیہ کے عقیدے کے متعلق

## شیخ ابو یزید عبد القاہر خراسانی حفظہ اللہ کی وضاحت

أبطال الإسلام مع دولة الإسلام

ادارہ ابطال الاسلام برائے نشر و اشاعت

# دولہ اسلامیہ کے عقیدے کے متعلق شیخ ابو یزید عبدالقاھر خراسانی حفظہ اللہ کی وضاحت

## اس عقیدے کو ابو عمر البغدادی رحمہ اللہ نے بیان کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# یہ عراق وشام کی اسلامی حکومت کا عقیدہ ہے

لوگوں نے ہمارے بارے میں بہت بے ہودہ اور غلط پروپیگنڈا شروع کیا ہوا ہے جس کا ہمارے عقیدے اور عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے بارے میں غلط تاثر دیا جارہا ہے کہ ہم مسلمان عوام کو کافر سمجھتے ہیں، ان کے جان و مال کو تلف کرنا حلال سمجھتے ہیں اور تلوار کی طاقت سے لوگوں کو اپنی حکومت میں شامل کرتے ہیں۔اس کے جواب میں ہماری طرف سے یہ چند وضاحتیں پیش کی جارہی ہیں تاکہ کسی کذاب کا عذر یا محبت کرنے والے شخص کا شبہ باقی نہ رہے:

**① ہم ہر شرک کے مرکز کو ختم کرنا اور اسے تقویت دینے والے ذرائع کو ملیامیٹ کرنا واجب سمجھتے ہیں اور کفر و شرک کے اسباب کو اختیار کرنا حرام سمجھتے ہیں۔**

**وضاحت:** اس کے بارے میں بہت سے دلائل موجود ہیں:

① سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوالہیاج اسدی سے کہا: ''تم ہر جاندار کی تصویر کو نیست و نابود اور ہر ابھری ہوئی قبر کو زمین کے برابر کرکے چھوڑو۔'' [صحیح مسلم: 969]

② سیّدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قبر کو ہموار کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا۔[صحیح مسلم: 968]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے خبردار کیا ہے۔

③ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔'' آپ ان کے افعال سے خبردار کررہے تھے۔

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کی قبر کو نمایاں کردیا جاتا مگر آپ کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اسے سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے۔

④ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مسجد بنانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: اے بنی نجار! مجھ سے قیمت وصول کرلو، ہم نے عرض کیا ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرتے ہیں، آپ ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو اکھیڑنے کا حکم دیا تو انھیں اکھیڑ دیا گیا، پھر آپ ﷺ نے ویران جگہ کو ہموار کرنے کا حکم دیا تو اسے بھی ہموار کردیا گیا۔[بخاري:428، ومسلم:524]

⑤ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے، ان پر بیٹھنے اور قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔
امام ترمذی نے اس حدیث میں قبروں پر لکھنے کے الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے کہ آپ نے اس سے بھی روکا ہے۔

[صحيح مسلم:970، و ترمذي:1052]

⑥ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ کے مرض وفات میں حبشہ کی سرزمین میں کنیسہ کی خوبصورتی اور اس میں موجود تصاویر کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں میں سے جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں اس طرح کی تصاویر بنا دیتے، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالی کے ہاں بدترین مخلوق ہوں گے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے غزوہ طائف کے فوائد بیان کرتے ہوئے کہا ہے: شرک اور طواغیت کے اڈوں کو گرانے کی طاقت حاصل ہونے کے بعد ان میں سے کسی کو ایک دن بھی باقی چھوڑنا جائز نہیں کیونکہ یہ کفر و شرک کی علامات اور سب سے بڑے منکرات ہیں، ان کو مٹانے کی قدرت ہوتے ہوئے انھیں باقی چھوڑ دینا کسی صورت جائز نہیں۔ یہی حکم قبروں پر بنائے جانے والے مزارات کا ہے جنھیں بت اور طاغوت بنالیا گیا ہے کہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ پتھر ہیں جن کا تعظیم، برکت حاصل کرنے، نذر اور بوسہ دینے کے لئے قصد کیا جاتا ہو، ان کو مٹانے کی طاقت ہوتے ہوئے روئے زمین پر ان میں کسی کو باقی چھوڑ دینا جائز نہیں۔[زاد المعاد:624]

میں کہتا ہوں: نبی کریم ﷺ کی طرف سے اس واضح ممانعت کے باوجود اس زمانہ کے بعض مسلمان صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں۔ اور جو انہیں اس سے منع کرتا ہے اور ان کے عمل کے حرام ہونے کو بیان کرتا ہے تو وہ اس کے لئے تباہی و بربادی اور ہنگامہ برپا کر دیتے ہیں۔

## ② رافضیت (شیعیت) مشرک اور مرتد جماعت ہے۔

**وضاحت:** روافض اور شیعوں کا کفر سورج سے زیادہ روشن ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم قرآن پاک کے بارے میں ان کا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ شیعوں کا خبیث محدث کلینی کہتا ہے کہ وہ قرآن جسے سیّدنا جبرئیل علیہ السلام محمد ﷺ پر لائے، اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔[الكافى للكليني ج:2،ص:634]

شیعہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں بلکہ شیعوں کے ایک آدمی حسین نوری (مردار 1320 ہجری) نے اس بارے میں ایک کتاب ''فصل الخطاب بتحریف کتاب رب الارباب'' تصنیف کی ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس قسم کا عقیدہ رکھنے والا مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔

دوسرے نمبر پر شیعوں کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقیدہ: کشی ابوجعفر سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے: سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے سوائے تین آدمیوں کے، میں نے پوچھا: وہ تین حضرات کون ہیں؟ کہا: مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی، اور اللہ تعالی کے ارشاد: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ......﴾ کی یہی تفسیر ہے۔[رجال الكشى، ص:13-12]

تیسرے نمبر پر: شیعہ حضرات اللہ تعالیٰ کے لئے رجعت اور بداء کا عقیدہ رکھتے ہیں جو صریح کفر ہے۔ بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیعہ حضرات ہر اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر اور مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدالت (سچائی و دیانتداری) کا عقیدہ رکھتا ہے یا حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا یا ان کے لئے اس طرح استغفار کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیعوں کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بدتر ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے نزدیک اصلی کافر ہیں جبکہ شیعہ حضرات مرتد ہیں، ارتداد کا کفر بالاجماع کفر اصلی سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ لوگ جمہور مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے مسلمانوں کے خلاف دوستی رکھتے ہیں، نیز شیعہ لوگ مشرک ہیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ قبروں کی تعظیم کرتے ہیں، چنانچہ وہ خوارج سے زیادہ قتال کے مستحق ہیں۔ [الفتاوی، ج:28 ص568]

## ③ ہم جادوگر کو کافر، مرتد اور واجب القتل خیال کرتے ہیں اور اس پر قابو پانے کے بعد دنیاوی احکام میں اس کی توبہ کے قبول نہ ہونے کے قائل ہیں۔

**وضاحت:** یہ بات بہت سی احادیث سے ثابت ہے:

① سیّدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ساحر کی حد تلوار سے اس کی گردن مارنا ہے۔'' [سنن الترمذي: 1460، والبیھقی، ج:8 ص:136، والحاکم، ج:4 ص:360، ودارقطنی، ج:3 ص: 112]

② بجالۃ بن عبدہ نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہمارے پاس سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا جس میں درج تھا کہ: تم ہر جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کردو، چنانچہ ہم نے تین جادوگر قتل کئے۔ [مسند أحمد:1657، أبو داود: 3043]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اکثر علماء کے نزدیک ساحر کافر ہے۔ اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ سیّدنا عمر بن خطاب، سیّدنا عثمان بن عفان، اُم المؤمنین سیّدہ حفصہ بنت عمر، سیّدنا عبداللہ بن عمر اور سیّدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے جادوگر کو قتل کرنا ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ...... الآية﴾

''اور انھوں نے اس کی پیروی کی جسے شیطان، سلیمان کی بادشاہت میں پڑھتے تھے، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔'' [فتاوی، ج:29، ص:384]

پھر فرمایا: امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ جب مسلمان بذات خود ایسے کلام کے ذریعے جادو کرے جو کفر ہو تو اسے قتل کیا جائے گا، اور اسے توبہ کی دعوت نہیں دی جائے گی اور نہ اس سے توبہ قبول کی جائے گی۔ یہی امام احمد، ابوثور، اسحاق، شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا قول

ہے۔سیّدنا عمر، سیّدنا عثمان، سیّدنا عبداللہ بن عمر، اُم المؤمنین سیّدہ حفصہ، سیّدنا ابوموسی، سیّدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہم اجمعین اور سات تابعین رحمہم اللہ سے جادوگر کو قتل کرنا منقول ہے۔[تفسیر قرطبي، ج: 3، ص:43]

**④ ہم کسی مسلمان کو جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرے گناہوں جیسے زنا، شراب نوشی اور چوری وغیرہ کی وجہ سے اس وقت تک کافر نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ اسے حلال نہ جانے۔ ایمان کے بارے میں ہماری بات غالی خوارج اور تفریط کا شکار اہلِ ارجاء کے درمیان درمیان ہے۔ جو شہادتین کی گواہی دے اور ہمارے سامنے اسلام کو ظاہر کرے اور نواقضِ اسلام میں سے کسی ناقض کا ارتکاب نہ کرے، ہم اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کریں گے اور اس کے باطن کو اللہ تعالی کے حوالہ کریں گے۔ کفر کی دو قسمیں ہیں: کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر۔ کفر کا حکم اعتقادی، قولی یا فعلی طور پر اس کے مرتکب ہونے والے پر لگایا جاتا ہے، لیکن ان میں سے کسی ایک معین شخص کی تکفیر کرنا اور اس کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا حکم لگانا، یہ تکفیر کی شرطوں کے ثابت ہونے اور اس کے موانع کے دور ہونے پر موقوف ہے۔**

**وضاحت:** گناہ سے مراد وہ گناہ ہے جو کفر، شرک وغیرہ سے کم درجہ رکھتا ہے، جیسے چوری، زنا وغیرہ جو کفرِ اکبر سے کم درجے کے گناہ ہیں۔ اس قول میں خوارج کی مخالفت ہے جو ہر گنہگار کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس قسم کے گناہ کی وجہ سے اس کے مرتکب کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے، الا یہ کہ وہ اس گناہ کو حلال اور اچھا سمجھ کر کرنے لگے کیونکہ شرعی قرائن اور دلائل موجود ہیں جو اس قسم کے گنہگار سے کفرِ اکبر کی نفی کرتے ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے ایسے گناہ کا جو کفرِ اکبر ہو تو اس کا مرتکب چاہے اسے حلال سمجھے یا نہ سمجھے بہر حال کافر ہی کہلائے گا۔ استحلال (گناہ کو حلال سمجھنا) کفر کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ کفر و شرک کی ہر قسم بذاتِ خود کفر اور ملت سے خارج کر دینے والی نہیں، خواہ اس میں حلال سمجھنے کا عنصر شامل ہو یا نہ ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت متفقہ طور پر گناہ کے مرتکب کو کافر نہیں قرار دیتے، تو اس سے ہماری مراد نافرمانیاں ہوتی ہیں جیسے زنا اور شراب کا پینا۔ [فتاوی ج:7، ص: 302]

اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں: جو شخص کفر والے گناہ کا ارتکاب کرے (کسی واجب کو چھوڑ کر یا کسی حرام کام کا ارتکاب کر کے) تو وہ محض اس واجب کے چھوڑنے یا حرام کے مرتکب ہونے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اس کی تکفیر کے لئے واجب کے انکار کی یا حلال سمجھنے کی شرط لگانا جائز نہیں۔ جو یہ شرط لگاتا ہے، وہ اللہ تعالی پر بہتان باندھتا ہے، اسی وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے کلمۂ کفر زبان سے

ادا کیا یا کفریہ کام سرانجام دیا تو وہ کافر ہو گیا اگر چہ اس نے کافر بننے کا ارادہ نہ کیا ہو، کیونکہ عموماً کفر کا قصد کوئی بھی نہیں کرتا الا ماشاء اللہ۔

[الصارم المسلول، ص:178-177]

کفر تک پہنچا دینے والے گناہوں میں انھیں حلال سمجھنے کی کوئی قید نہیں ہے: جیسے طاغوت اور خود ساختہ قوانین سے فیصلہ کرانا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا، کفار اور مرتدین کے ساتھ دوستی کرنا، یہ تمام کفریہ گناہ ہیں جن کا مرتکب کافر ہے اگر چہ وہ ان کاموں کو حلال نہ سمجھتا ہو۔

**ایمان کے بارے میں ہماری بات غالی خوارج اور تفریط کا شکار مرجئہ کے درمیان درمیان ہے۔**

**وضاحت:** خوارج کفر تک پہنچانے والے گناہوں کو دیکھے بغیر ہر گناہ کے مرتکب کے کفر کے قائل ہیں، اس کے مقابل مرجئہ ہیں جو عمل کو ایمان سے مؤخر اور علیحدہ خیال کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے: ایمان تصدیق اور اقرار کا نام ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرجئہ کہتے ہیں: جس نے اپنے رب کو دل سے پہچان لیا اور زبان سے اس کا اقرار کر لیا، وہ مؤمن ہے اگر چہ وہ جوارح سے کوئی عمل نہ کرے۔ [المسائل والرسائل، ج:1 ص:73]

آج کے دور کے مرجئہ کہتے ہیں: تصدیق کے ساتھ کفر کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، ان کے باطل قول اور عقیدہ کے مطابق دنیا بھر کی طاغوتی طاقتیں دائرہ کفر سے نکل جاتی ہیں۔ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت اور سلف صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

**جس نے شہادتین کی گواہی دی اور ہمارے سامنے اسلام کو ظاہر کیا اور ان کے ساتھ کوئی ایسی چیز شامل نہیں کی جو اسلام کے منافی ہے تو ہم اس کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ کریں گے اور اس کے باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا۔**

**وضاحت:** جیسے آدمی کے اسلام پر دلالت کرنے والے ظاہری اعمال کی وجہ سے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اسی طرح آدمی کے کفر پر دلالت کرنے والے ظاہری اعمال سے اس کے کفر کا اور دین سے نکلنے کا فیصلہ کیا جائے گا، جو شخص بغیر کسی معتبر شرعی مانع کے کفرِ بواح کا ارتکاب کرے تو ہم اس کی تکفیر کو واضح کریں گے۔ انسان کے ایمان اور کفر کے فیصلے کا دارومدار ظاہر پر ہے جبکہ ہم کسی کے دل کو چیر کر دیکھنے اور پوشیدہ رازوں کے پیچھے لگنے کے مکلّف نہیں ہیں۔ فقہ اور اصول کا معروف قاعدہ ہے کہ احکام میں ظاہر پر عمل ہوتا ہے اور بھیدوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ [شرح مسلم نووی، ج:2، ص:107]

صحیح بخاری میں سیّدنا عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کا وحی کے ذریعے سے مؤاخذہ ہو جاتا تھا۔ اب وحی کے نزول کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے، ہم صرف انھی

امور کے ذریعے تمھارا مؤاخذہ کریں گے جو تمھارے عمل سے ہمارے سامنے ظاہر ہوں گے،لہٰذا جو کوئی ظاہر میں ہمارے سامنے بھلائی کرے گا، ہم اسے امن دیں گے اور اپنے قریب رکھیں گے،اس کے باطن سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہوگا،اس کے باطن کا حساب اللہ اس سے لے گا۔ جو کوئی ہمارے سامنے ظاہر میں برائی کرے گا تو ہم بھی اسے امن نہیں دیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے، چاہے وہ یہ کہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔''

ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دین کے احکام کا مدار ظاہر پر ہے اور باطنی چیزوں کو اللہ تعالی کے حوالہ کیا جاتا ہے،لوگوں کے امور ظاہری حالات پر محمول ہوں گے،جس شخص سے دینی شعار ظاہر ہو،اس پر اس وقت تک دین والوں کے احکام جاری کیئے جائیں گے جب تک اس سے خلافِ اسلام کوئی بات صادر نہ ہو جائے۔[فتح الباري، ج:1 ص:497]

**کفر کی دو قسمیں ہیں: کفرِ اکبر، کفرِ اصغر۔ کفر کا حکم اس کے اعتقادی، قولی یا فعلی طور پر مرتکب ہونے والے پر لگتا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک معین شخص کی تکفیر اور اس کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا حکم، یہ تکفیر کی شرائط کے ثابت ہونے اور اس کے موانع کے نہ پائے جانے پر موقوف ہے۔**

**وضاحت:** اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ کفر کی دو قسمیں ہیں: کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر۔

کفرِ اکبر وہ ہے جس کے مرتکب کو مسلمان نہ کہہ سکیں، یا وہ کفر ہوتا ہے جس کا مرتکب ملت اسلامیہ سے خارج ہو جائے اور اس سے اسلامی تحفظ و حرمت ختم ہو جائے۔اور اگر اس کا کفر اصلی ہو تو اس پر دنیا میں کفر کے احکام جاری ہوں گے، یا اگر اس کا کفر اسلام کے بعد طاری ہو تو اس پر مرتد کے احکام جاری کیئے جائیں گے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔اس کے حق میں کسی سفارشی کو سفارش کی اجازت نہیں ہوگی۔

کفر کی اس قسم کی مثال قرآن کریم میں موجود ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾[البقرة:126]

''اور جس نے کفر کیا تو میں اسے تھوڑا سا فائدہ دونگا، پھر میں اسے آگ کے عذاب کی طرف مجبور کر دونگا اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

اور اسی طرح سورۂ مائدہ کی آیت نمبر:17 اور 73 اور سورۂ بقرہ کی آیت نمبر:39 اور 162، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جو کفر کی اس قسم پر دلالت کرتی ہیں جس سے مراد کفرِ اکبر ہے جو اسلام سے خارج کر دے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جن باتوں پر بیعت لی، وہ یہ تھیں کہ: ہم تنگی و فراخی، خوشی و ناگواری اور اپنی حق تلفی میں بھی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں گے اور حکمرانوں کے ساتھ حکومت کے معاملے میں اس وقت تک لڑائی جھگڑا نہیں

کریں گے جب تک ان کو واضح کفر کرتا نہ دیکھ لیں، اگر وہ علانیہ کفر کریں تو اس وقت تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل موجود ہوگی۔[متفق علیہ]

کفرِ بواح سے یہاں مراد کفرِ اکبر ہے جس سے انسان اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔اس کے تحت علماء نے کفر کی بہت سی انواع و اقسام بیان کی ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب قواعد فی التکفیر میں ذکر کیا ہے۔

کفرِ اصغر یہ بڑے کفر سے کم درجہ کا کفر ہے یعنی کفرِ اکبر نہیں ہے جس سے انسان ملتِ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے جیسا کہ کفرِ اصغر کی وجہ سے مسلمان ہونے کے وصف، حکم اور اسلام کی وجہ سے حاصل تحفظ کو ختم نہیں ہوتا، ایسے شخص کا معاملہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہوگا، اگر چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف فرمادے، اگر اسے عذاب دیا گیا تو یہ کفر و شرک پر مرنے والے کفرِ اکبر کے مرتکب شخص کی طرح ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔کفر اصغر والے شخص کو قیامت کے دن اللہ کے حکم سے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت حاصل ہوگی، کفر کی اس قسم کو کفر، کفرِ عملی اصغر، کفرانِ نعمت اور بڑے کفر کے مقابلہ میں کم درجہ کا کفر بھی کہا جاتا ہے۔

کفر کی اس قسم کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

① ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ﴾[النمل:40]

''جس کے پاس کتاب کا علم تھا، اس نے کہا: آپ کی پلک جھپکنے سے بھی پہلے وہ تخت میں آپ کو لا دیتا ہوں، پھر جب سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ کیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور جو کوئی شکر کرے تو بس وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرے تو بلاشبہ میرا رب بڑا بے پروا (اور) کریم ہے۔''

یعنی میں نعمت کا شکر کرتا ہوں یا اس کی ناشکری کرتا ہوں اور شکر نہیں کرتا۔ یہاں کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کفر۔

② اسی طرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ﴾[الشعرآء:19]

''اور تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا اور تو ناشکروں میں سے ہے۔''

یعنی تو ہماری نعمتوں کا انکار کرنے والا ہے۔سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہاں کفر کا لفظ بولا گیا ہے اور مراد اس سے لغوی کفر ہے، نہ کہ اصطلاحی کفر جس کے ارتکاب پر انسان گنہگار رہوتا ہے۔

③ حدیث میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میں نے جہنم کو دیکھا تو اس میں زیادہ تر کفر کرنے والی

عورتوں کو پایا۔'' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ عورتیں اللہ کی ذات کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ فرمایا: '' وہ اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور وہ احسان کی ناشکری کرتی ہیں، اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ زندگی بھر اچھا برتاؤ کرتا رہے، پھر وہ تجھ سے کوئی (ناگوار) چیز دیکھ لے تو کہتی ہے: میں نے تیری طرف سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔'' [صحيح البخاري]

یہاں کفر سے مراد نعمت اور احسان کا کفر ہے جو ملت سے خارج کر دینے والے بڑے کفر سے چھوٹا کفر ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے: '' خاوند کی ناشکری اور بڑے کفر سے چھوٹا کفر۔''

قاضی ابوبکر بن العربی اپنی شرح میں فرماتے ہیں: مصنف کی مراد یہ بیان کرنا ہے کہ جس طرح طاعت کا نام ایمان ہے، اسی طرح معاصی کا نام کفر رکھا گیا ہے لیکن جب معاصی کو کفر کہا جائے تو اس وقت کفر سے مراد وہ کفر نہ ہوگا جس کی وجہ سے انسان اسلام کے دائرہ سے خارج ہوتا ہے۔ [فتح الباري، ج:3، ص:344]

④ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: '' مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔'' [مسلم]

⑤ نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: '' جو شخص حالتِ حیض میں یا عورت کی دبر میں وطی کرے یا کسی کاہن کے پاس آئے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ کی شریعت کا انکار کیا۔'' اس حدیث کو کتب سنن نے، سوائے نسائی کے نقل کیا ہے۔

ان احادیث میں کفر سے مراد کفرِ اکبر سے کم درجہ کا کفر ہے، یا کفرِ عملی اصغر مراد ہے جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

**لیکن ان میں سے کسی ایک معین شخص کو کافر قرار دینا اور اس کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا حکم لگانا، یہ تکفیر کی شرطیں ثابت ہونے اور اس کے موانع کے نہ پائے جانے پر موقوف ہے۔**

**وضاحت:** تکفیر عام سے ہمیشہ معین شخص کی تکفیر لازم نہیں آتی، یعنی بعض اوقات عام کفر کا اطلاق معین شخص پر ہوتا ہے اور اس سے اسی معین شخص کی تکفیر کی جاتی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب تکفیر کے موانع اس میں موجود نہ ہوں اور تکفیر کی شرائط اس میں پائی جاتی ہوں۔ جب اس میں موانع معدوم اور شرائط ثابت ہوں تو اس وقت اس معین شخص کی تکفیر متعین ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں! اللہ تعالی کے احکام کو کسی معتبر شرعی مانع کے بغیر معلق رکھنا جائز نہیں ہے کہ ان کا کہیں بھی تحقق نہ کیا جائے اور جو ان کے مستحق بنتے ہیں، ان پر انھیں لاگو نہ کیا جائے، ان لوگوں میں سے جو ایسی چیز میں واقع ہوتے ہیں جو ان کے لیے ان حکموں کو واجب کرتی ہیں۔

معین شخص کی تکفیر میں رکاوٹ بننے والے بہت سے امور ہیں جن کو اختصار کے ساتھ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

① ایسی معذوری و بے بسی جس کو ہر قسم کی کوشش کے باوجود دور نہ کیا جا سکے۔

② خطاب شرعی تک رسائی کا حاصل نہ ہونا، جو شخص خطاب شرعی نہ پہنچنے کی وجہ سے مخالفت کرے یا کفر کا ارتکاب کرے تو اس کا مواخذہ اور اس پر کفر کا فتویٰ اس وقت تک نہیں لگے گا جب تک اسے شرعی خطاب پہنچا کر اس پر حجت قائم نہ کر دی جائے۔

③ نص کی مراد میں تاویل یا غلط فہمی، جو شخص نص کی مراد میں تاویل یا فہم کی غلطی کی وجہ سے مخالفت کرے یا کفر اختیار کرے اور نص کے لغوی

مدلولات میں اس فہم کی گنجائش ہو تو اس شخص پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا یہاں تک کہ نص شرعی کو سمجھنے میں اسے جو اشکال ہوا ہے، اس کا ازالہ کر کے اس پر شرعی حجت قائم نہ کر دی جائے۔

④ کفر کے عہد کے قریب ہونا، جو شخص کفر کے زمانے کے قریب ہونے کے سبب شریعت کی مخالفت یا کافرانہ کام سرانجام دے تو وہ اس وقت تک معذور ہے جب تک اس پر حجتِ شرعی قائم نہ ہو جائے اور جس مسئلہ میں اس نے مخالفت کی ہے، اس بارے میں رسولوں کا ڈرانا اس تک نہ پہنچ جائے کیونکہ مسلمان ہونے کے ابتدائی دنوں میں تمام اسلامی عقائد اور شریعت کا سیکھنا اس کے لئے ممکن نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے حنین کے موقع پر بعض حضرات نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے بھی ان کی طرح کا ذات انواط مقرر فرمادیں۔ اور اسی قسم کی دیگر احادیث موجود ہیں کیونکہ ان لوگوں کے کفر کا زمانہ قریب تھا، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کافر نہیں کہا۔

⑤ کسی دور دراز علاقے میں زندگی بسر کرنا جہاں علم تک رسائی مشکل ہو، جو شخص اس طرح کی بستی میں سکونت اختیار کرے جہاں علمِ دین تک رسائی حاصل کرنا ناممکن ہو جیسے دور دراز دیہات اور افریقہ وغیرہ کی وہ بستیاں اور قصبے جہاں جہالت کی تاریکی چھائی ہو اور وہاں علم نہ پہنچا ہو اور نہ وہاں کے لوگ علم تک رسائی حاصل کر سکتے ہوں، پھر اس وجہ سے ان لوگوں کی طرف سے شریعت کی مخالفت یا کفر کا ارتکاب ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ لوگ جہالت اور نادانی کی وجہ سے معذور ہیں جب تک کہ ان کی مخالفت والے مسئلہ میں حجتِ شرعیہ قائم نہ کر دی جائے اور علم شرعی کو اس کی جگہ سے حاصل کرنے کی قدرت نہ رکھیں۔

⑥ غیر مقصود خطا بھی معین شخص کی تکفیر میں مانع ہے، اس سے مراد وہ غلطی ہے جو سہوا یا زبان کی لغزش سے بغیر ارادہ اور قصد کے سرزد ہو جائے، اس جیسی غلطی پر وہ معذور ہوگا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾[الأحزاب:5]

''اور اس معاملے میں تم بھول چوک جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں لیکن تمہارے دل جس بات کا عزم کر لیں (تو وہ گناہ ہے) اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''میری امت سے خطا اور نسیان اٹھا لیا گیا ہے۔'' اس کے علاوہ اور دلائل بھی موجود ہیں۔

⑦ اجتہاد: اسی طرح وہ غلطی جو اجتہاد کی وجہ سے سرزد ہو گئی ہو، مجتہد عالم معتبر علت کی وجہ سے غلطی کر جاتا ہے جس سے حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دیتا ہے تو ایسا مجتہد اپنے اجتہاد کی وجہ سے معذور اور ماجور ہے۔ اگر اس سے غلطی ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے اور اگر اس کا اجتہاد درست ہو تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ہے: ''جب حاکم اجتہاد کر کے درست فیصلہ دے تو اس کے لئے دگنا اجر ہے اور جب وہ اجتہاد کرتے ہوئے غلطی کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔'' [بخاری و مسلم]

⑧ معتبر اکراہ و مجبوری: جس شخص نے جبر و اکراہ کی وجہ سے کفر کا اظہار کیا جب کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو اس پر کوئی گناہ اور حرج

نہیں۔ یہ ان لوگوں میں شامل ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ ''سوائے اس کے جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔'' [النحل:106]

⑨ جو شخص سب سے بڑے اور سخت ترین کفر کے مقابلے میں کفر کا اظہار کرے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب اسے دو کفریہ کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جائے، ان میں سے ایک کو دوسرے پر مقدم کرنا ضروری ہو۔ اس موقع پر شریعت کا یہ تقاضا ہے کہ ان دونوں میں سے جو چیز کفر اور نقصان کے اعتبار سے زیادہ بڑی ہے، اسے دور کرنے کے لیے اس کو مقدم کر دیا جائے جو کفر اور ضرر کے اعتبار سے اس سے کم تر ہے۔

جیسا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے موقع پر کیا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اس میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف یہودی سے کہا: ''بے شک ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشقت میں ڈال رکھا ہے۔'' یہ کہنا کفر ہے۔ اور اسی طرح محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ''ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا سوال کیا جبکہ ہمارے پاس کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔'' اس میں شک نہیں کہ یہ کلام ظاہری کفر میں سے ہے۔ یہ کلام صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے اس وجہ سے جائز ہوا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ترین تکلیف پہنچانے والے طاغوت کو ٹھکانے لگانا چاہتے تھے، لہذا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کفر اختیار نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سب سے بڑے طاغوت کو قتل کرنے کے لئے اس طرح کے کلمات کہنے کی اجازت دی تھی۔

## ⑤ ہم دولہ اسلامیہ میں شرعی عدالتوں کی طرف اپنے مسائل لے جا کر اللہ کی شریعت سے فیصلہ کرانا واجب سمجھتے ہیں کیونکہ طاغوت، یعنی من گھڑت اور خود ساختہ قوانین اور قبائلی نظاموں وغیرہ سے فیصلے کرانا نواقضِ اسلام میں سے ہے۔

**وضاحت:** اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ○ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ○ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ فَلَا وَ

رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾[النساء:60-65]

''(اے نبی!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ بے شک وہ اس پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ شیطانی چیلوں (طاغوت) سے کرائیں، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ ایسے شیطانوں (طاغوت) کا انکار کریں، اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر کے دور پھینک دے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا اور آؤ رسول کی طرف، تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف آنے سے کتراتے ہیں۔ پھر ان کا کیا حال ہوتا ہے، جب ان کے ہاتھوں کی لائی ہوئی مصیبت ان پر آپڑتی ہے، پھر وہ قسمیں کھاتے ہوئے آپ کے پاس آ کر کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم نے تو بھلائی اور صلح صفائی کا ارادہ کیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے ان کے دلوں میں کیا ہے، لہٰذا (اے نبی!) آپ ان کی باتوں پر دھیان نہ دیں اور انہیں نصیحت کرتے رہیں اور ان سے دلوں پر اثر کرنے والی بات کہیں۔ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر بے شک وہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، آپ کے پاس آتے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتا تو وہ یقیناً اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا پاتے۔ چنانچہ (اے نبی!) آپ کے رب کی قسم! وہ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جھگڑے کے وقت اپنی کتاب اور سنت رسول ﷺ کی طرف لوٹنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جو شخص جھگڑوں میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع نہیں کرتا اور ان سے فیصلہ نہیں کراتا، وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والا نہیں ہے۔ یہ بھی بیان فرما دیا کہ جو شخص طاغوت سے فیصلہ کرائے، وہ طاغوت کا انکار کرنے والا نہیں ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ﴾

''وہ طاغوت (شیطان) سے فیصلہ کرانا چاہتے ہیں جبکہ انہیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے۔''

جو شخص طاغوت (شیطان) کا انکار نہ کرے، وہ مسلمان نہیں ہے، کیونکہ طاغوت کا انکار توحید کا رکن ہے جس کے ذریعے سے انسان اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ مسلمان ہوتا ہے اور یہ ایمان رکن ثانی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ ...... الآیة﴾ ''پس تیرے رب کی قسم! وہ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ تجھ سے اپنے فیصلہ نہ کرائیں۔'' اس میں اس شخص کے کفر کی دلیل ہے جو رسول اللہ ﷺ سے اور آپ ﷺ کی شریعت سے جھگڑوں میں فیصلہ نہیں کراتا کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے ایمان کی نفی کی ہے جو شریعت سے فیصلہ کرانے سے انحراف کرے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَا أُولٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ○ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ○ وَإِنْ يَكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ○ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

''اور وہ (منافق) کہتے ہیں: ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور ہم نے اطاعت کی، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق (اطاعت سے) پھر جاتا ہے، اور وہ لوگ مؤمن ہی نہیں۔ اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تا کہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو اچانک ان میں سے ایک فریق منہ موڑ لیتا ہے۔ اور اگر ان کے لیے حق (فائدہ) ہو تو وہ اس کی طرف فرمانبردار ہو کر چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے یا وہ شک میں پڑے ہیں یا خوف کھاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرینگے؟ (نہیں) بلکہ وہ لوگ خود ہی ظالم ہیں۔ بس مؤمنوں کی تو بات ہی یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تا کہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' [النور: 47 تا 51]

امام قرطبی اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿بَلْ أُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ وہ کافر اور سرکش ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے اعراض کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان آیات کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑے اور آپ ﷺ کے فیصلہ سے اعراض کرے تو وہ منافقین میں سے ہے، مؤمن نہیں ہے۔ مؤمن تو وہ ہوتا ہے جو کہتا ہے: ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔ جب صرف کسی اور سے فیصلے کرانے کے ارادے پر رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے اعراض کرنے سے نفاق ثابت ہو جاتا اور ایمان زائل ہو جاتا ہے باوجود اس کے کہ یہ محض ترک (فیصلہ نہ کرانا) ہے اور کبھی اس کا سبب نفسانی خواہش کا زور ہوتا ہے، تو پھر آپ کی تنقیص و توہین اور آپ کو سب وشتم وغیرہ کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا؟ [الصارم، ص: 38]

اس پر بہت سے دلائل موجود ہیں جو شخص مزید تفصیلات جاننا چاہتا ہے تو وہ کتاب ''طاغوت کی خاطر فیصلہ کرنے یا اس سے فیصلہ کرانے والے کے کفر کے بارے میں 60 علماء کے اقوال'' کو پڑھ لے۔

**⑥ ہم رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کو واجب خیال کرتے ہیں، آپ سے آگے بڑھنے کو حرام جانتے ہیں اور ہر اس شخص کو کافر اور مرتد سمجھتے ہیں جو آپ کے مقام و مرتبے کی یا آپ کے پاکیزہ آل بیت اور خلفائے اربعہ سمیت**

دیگر تمام نیک صحابہ کی تنقیص وتوہین کرے۔

**وضاحت:** بہت سی آیات میں رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام کا بیان ہوا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾[الفتح:9]

''تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾[الحجرات:1]

''اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور آپ سے اونچی آواز میں بات نہ کرو، جیسے تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں (بات) کرتے ہو، کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔''

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اپنی آوازیں بلند کرنا اعمال کے ضائع ہونے کا سبب ہے تو لوگوں کا اپنی رائے، عقل، ذوق، سیاست اور علم کو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے مقدم کرنا اور بلند سمجھنا کیا حیثیت رکھتا ہے، کیا یہ چیز بالا ولی ان کے اعمال کو ضائع کر دینے والی نہیں؟۔[إعلام الموقعين، ج:1، ص:51]

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو کسی شخص کو رسول اللہ ﷺ کے رتبے تک بڑھا دے تو وہ کافر ہو گیا۔ اس کا مال اور خون حلال ہے، اسے شہادتین (توحید و رسالت کا اقرار) اور نماز کوئی فائدہ نہیں دے گی۔[مجموعه توحيد، ص: 83]

جہاں تک تعلق ہے صحابہ کو کافر قرار دینے یا گالی دینے کا تو ایسا شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف فرمائی ہے۔ صحابہ سے استہزاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ استہزا و تمسخر قرار دیا ہے۔ اسی نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیہ کیا ہے اور ان سے اپنی رضا کا اعلان کیا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دینے والوں کے کافر ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ کی تکفیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تکذیب و تردید پر مشتمل ہے:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾[التوبة:100]

''اور (قبول اسلام میں) سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار اور اچھے طریقے کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کے لئے اپنی رضا لکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر کسی سے راضی ہوتا ہے تو اس کی رضا اس شخص کی استقامت اور دین اور عقیدے کی سلامتی کی بنا پر ہوتی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾[الفتح:18]

''اللہ مؤمنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے چنانچہ ان کے دلوں میں جو (خلوص) تھا، وہ اس نے جان لیا تو اس نے ان پر تسکین نازل کی اور بدلے میں انہیں قریب کی فتح دی۔''

اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ مؤمن ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا ہے۔

شیعہ اور رافضی کہتے ہیں (معاذ اللہ) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کافر تھے، مؤمن نہیں تھے۔ یہ بات عین کفر اور تکذیب ہے، اس مسئلہ پر بہت سے دلائل موجود ہیں جنہیں علماء نے بیان کیا ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ اپنی کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں: اسی طرح ہم ہر اس شخص کو قطعی طور پر کافر قرار دیتے ہیں جو ایسی بات کرتا ہے جس کے ذریعے وہ امت مسلمہ کو گمراہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتا ہے۔ یہ لوگ کئی اعتبار سے کافر ہیں: کیونکہ انہوں نے ساری کی ساری شریعت کو باطل قرار دے دیا، اس لیے کہ ان کے اس خیال سے کہ قرآن کو کافروں نے نقل کیا ہے، شریعت وقرآن کے نقل کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔[ الشفاء، ج:2، ص:610]

## ⑦ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ سیکولرازم اپنے مختلف جھنڈوں اور نظریات، جیسے قومیت، وطنیت، شیعیت اور بعثیت (پارٹی بازی اور گروہ بندی)، سمیت کفرِ بواح، اسلام کو ڈھا دینے والی اور ملت سے خارج کر دینے والی ہے۔

**وضاحت:** آج کے دور میں ان نظاموں کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، ان کا کفر مختلف طریقوں سے کئی قسموں اور شکلوں میں موجود ہے:

① یہ اس رو سے کافر ہیں کہ انہوں نے ایسی قانون سازی کی ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔

② یہ اس اعتبار سے کافر ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ اور صلیبیوں سے دوستی کرتے ہیں، اور تم (مسلمانوں) میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا، وہ انہی میں سے شمار ہو گا۔

③ یہ لوگ مشرقی اور مغربی کفار سے بھائی چارہ، دلی ہمدردی اور محبت رکھنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا آبَاءَهُمْ اَوْ

اَبۡـنَـآءَ هُـمۡ اَوۡ اِخۡـوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡ اُوۡلٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ وَيُدۡخِلُهُـمۡ جَنّٰتٍ تَـجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ اُوۡلٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾[المجادلة:22]

''(اے نبی!) آپ (ایسی) کوئی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو، کہ وہ ان سے دوستی کریں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں، اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کا کنبہ قبیلہ ہوں، یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی تائید کی ہے اپنے غیب کے فیض سے، اور وہ انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہینگے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، جان لو! بے شک (جو) اللہ کا گروہ ہے، وہی فلاح پانے والا ہے۔''

④ یہ حضرات اس لیے کافر ہیں کہ یہ ہر ذریعے سے اولیاء اللہ اور مجاہدین سے جنگ کرتے ہیں۔ اور ان کے خلاف مشرکوں کے ساتھ تعاون اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَمۡ تَـرَ اِلَی الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِيۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَکُمۡ وَلَا نُطِيۡعُ فِيۡکُمۡ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ لَنَنۡصُرَنَّکُمۡ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّهُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ﴾ [الحشر:11]

''(اے نبی!) کیا آپ نے وہ لوگ نہیں دیکھے جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے، جو اہل کتاب میں سے کافر ہوئے، کہتے ہیں: اگر تم (مدینہ سے) نکالے گئے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے، اور ہم تمہارے معاملے میں کبھی کسی کی اطاعت نہیں کریں گے، اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔''

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے موحدین کے خلاف مدد کا وعدہ کرنے والے کو کیسے کافر قرار دیا ہے اور ایسے لوگوں کو محض جھوٹے وعدے کی وجہ سے کافروں کا بھائی قرار دیا ہے تو اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہیں گے جو کفار کے ساتھ مدد کے اور موحدین کے خلاف تعاون کے معاہدے کرتا ہے اور کفار کے ساتھ مل کر اور موحدین کو قتل کر کے، یا قید کر کے اور ان پر مقدمے چلا کر اور انھیں کفار کے حوالے کر کے ان کے خلاف کافروں کے ساتھ تعاون کرتا ہے۔

⑤ یہ سب لوگ کافر ہیں کیوں کہ یہ جمہوریت کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور اسلام کا انکار کرتے ہیں۔ جمہوریت اکثریت کی قانون سازی یا طاغوت (شیطان) کا فیصلہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور قانون نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نبی کو وحی کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ کو امت، اکثریت یا عوام کی خواہشات کی پیروی کرنے سے منع فرمایا۔ اور آپ کو خبردار کیا ہے کہ وہ آپ کو اللہ کی نازل کردہ کسی چیز کے بارے میں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ﴾

[المآئدۃ:49]

''اور (اے نبی!) آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے (آپ پر) نازل کیا ہے، اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اور ان سے ہوشیار رہیں کہیں وہ آپ کو کسی ایسے حکم سے ادھر ادھر نہ کردیں جو اللہ نے آپ پر اتارا ہے، پھر اگر وہ اس سے منہ موڑیں تو جان لیں کہ اللہ کا فقط یہی ارادہ ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے انہین سزا دے، اور بے شک ان لوگوں میں سے اکثر نافرمان ہیں۔''

جہاں تک جمہوریت کے دین کا تعلق ہے تو اس کے پرستار کہتے ہیں: ان کے درمیان عوام کی مرضی کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی کرو۔ جبکہ یہ بات صریح کفر اور واضح شرک ہے۔

٦ اللہ تعالی کے دین کے ساتھ مذاق کرنے، دین کا استہزا کرنے والوں کو کھلی چھوٹ دینے اور ان کی حمایت کرنے کی وجہ سے یہ لوگ کافر ہیں۔ انھوں نے ایسے خودساختہ قوانین وضع کئے ہوئے ہیں جو انھیں کھلی چھوٹ دیتے ہیں اور اس کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿قُلْ اَبِا اللّٰهِ وَ آيَاتِهِ وَرَسُوْلِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ o لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾[التوبة:65-66]

''آپ کہہ دیجیے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے؟ (اب) بہانے مت بناؤ، یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔''

خلاصہ یہ ہے کہ جمہوریت پچاس وجوہات کی بنا پر کفرِ بواح ہے جنہیں بعض معاصر علماء نے ذکر کیا ہے۔

اس کے علاوہ کفر کے اور بہت سے دروازے ہیں جن سے یہ لوگ داخل ہوئے ہیں، یہ مقام اس کی تفصیلات بتلانے کا نہیں ہے، یہاں تو صرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو عقلمند کے لئے کافی ہوتا ہے۔

## ⑧ ہم قابض فوج کی مدد اور اس کی اعانت کرنے کو کفر اور ارتداد سمجھتے ہیں۔

**وضاحت:** یاد رکھیں! امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص کفار اور ناجائز قابضین کی مسلمانوں کے خلاف مدد اور اعانت کرے تو وہ کافر اور اسلام سے مرتد ہے۔

١ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب محلی میں اس آیت: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ ''اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو بے شک وہ انہی میں سے ہوگا'' کے تحت اس اجماع کو ذکر کیا ہے۔

٢ اسی طرح شیخ عبداللطیف رحمہ اللہ نے الدرالسنیۃ میں ج:8، ص:326 میں نقل کیا ہے۔

③ شیخ عبداللہ بن حمید رحمہ اللہ نے الدرالسنیۃ ج:15،ص:479 میں نقل کیا ہے۔

④ ابن باز رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی ج:1،ص:274 میں اجماع نقل کیا ہے۔وغیرھم.

اس پر کتاب وسنت سے بہت سے دلائل موجود ہیں۔اور اس باب میں بہت سی آیات موجود ہیں۔تفصیل کیلئے دیکھئے کتاب:

التبیان في کفر من أعان الأمریکان، ص:50-60۔

أ- امام ابوداود وغیرہ کی روایت کردہ حدیث میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس نے مشرک کے ساتھ معاشرت کی یا اس کے ساتھ سکونت اختیار کی تو وہ مشرک کے مثل ہے۔''

ب- بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالی مشرک سے اسلام لانے کے بعد کوئی عمل قبول نہیں کرتا جب تک وہ دوسرے مشرکین سے علیحدگی اختیار نہ کرے۔''[رواہ النسائی]

ج- سیّدنا جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکاۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے اور مشرک سے علیحدگی اختیار کرنے پر بیعت کی۔[النسائي وغیرہ]

د- اسی طرح حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے شیخین نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے غزوہ فتح مکہ میں روایت کیا ہے۔اور حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کفار کی مدد اور ان کی اعانت کے بارے میں اصل یہ ہے کہ یہ ارتداد اور اسلام سے خارج ہونا ہے۔

[دیکھئے:التبیان،ص:58]

## ⑨ ہم جہاد فی سبیل اللہ کو معین طور پر فرضِ عین سمجھتے ہیں۔

**وضاحت:** ہمارے زمانہ میں کیونکہ جہاد تین حالات میں فرضِ عین ہوجاتا ہے:

① جب دو لشکر آمنے سامنے آجائیں اور صف بندی ہوجائے تو حاضرین پر واپس پلٹنا حرام ہوجاتا ہے اور وہاں ٹھہرنا لازم ہوجاتا ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴾ [الأنفال:45-46]

''اے ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہارا آمنا سامنا ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار بیٹھو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴾ [الأنفال:15]

''اے ایمان والو! جب تمہارا ان لوگوں کے لشکر سے مقابلہ ہو جنہوں نے کفر کیا تو تم ان سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔''

② جب کفار کسی ملک پر قبضہ کر لیں تو وہاں کے رہنے والوں پر ان سے لڑنا اور اپنا دفاع کرنا فرضِ عین ہو جاتا ہے جیسا کہ آج کے دور میں ہے۔

③ جب امام قوم سے جہاد کے لئے نکلنے کا کہے تو لوگوں پر نکلنا فرض ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَاقِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ﴾ [التوبة:15]

''اے ایمان والو! تمھیں کیا ہو گیا ہے، جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو؟۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے تو نکل پڑو۔'' [دیکھئے کتاب: العمدة في إعداد العدة، ص:296 اور المغني، ص:10 اور ص:365]

شیخ الاسلام مجاہد ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاں تک دفاعی قتال کا تعلق ہے تو یہ حملہ آور دشمن سے حرمت اور دین کے دفاع کی سب سے سخت قسم ہے لہذا یہ بالاجماع واجب ہے۔ وہ حملہ آور دشمن جو دین اور دنیا میں فساد برپا کرے تو ایسی صورت میں ایمان کے بعد سب بڑا واجب اور فرض اس سے دفاع کرنا ہے، اس کے لیے کسی قسم کی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ اپنی طاقت کے مطابق دشمن سے دفاع کیا جائے۔ [الاختيارات الفقهية، ص:309]

**⑩ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جن شہروں میں کفریہ نظام وقوانین چھا جائیں اور وہاں اسلامی احکام کے بجائے کفریہ احکام کا غلبہ ہو تو ایسے علاقے دارالکفر ہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں کے باسی کافر ہیں۔**

**وضاحت:** یہ جمہور علماء کا مذہب ہے۔

① ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ دارالاسلام وہ ہے جس میں مسلمان رہتے ہوں اور وہاں اسلامی قوانین نافذ ہوں، جہاں اسلامی قوانین نافذ نہ ہوں وہ دارالاسلام نہیں ہے اگر چہ وہ علاقہ دارالاسلام سے ملحق ہی کیوں نہ ہو جیسے طائف مکہ مکرمہ کے بہت زیادہ قریب تھا، فتح مکہ کی وجہ سے طائف دارالاسلام نہیں بنا۔ [أحكام أهل الذمة، ج:1 ص:366]

② علامہ سرخسی رحمہ اللہ کتاب السیر الکبیر کی شرح میں فرماتے ہیں: ''کوئی بھی ملک اس وقت دارالاسلام کہلائے گا جب اس میں اسلامی قوانین نافذ ہوں۔'' [السير الكبير، ج:5 ص:2197]

③ ابو یعلی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہر وہ ملک جس میں اسلامی قوانین کے بجائے کفریہ قوانین کا غلبہ ہو، وہ دارالکفر ہے۔''

[المعتمد في أصول الدين لأبي يعلى، ص:276]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں شرک کی حکمرانی ہو، وہ دارالکفر ہے، لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ دارالکفر کے باشندے کافر ہی ہوں گے، ہمارے زمانے کے مرجئہ کا اہل حق کے خلاف یہ بہتان ہے جیسا کہ انہوں نے دولہ اسلامیہ کے بارے میں

بہتان لگایا کہ دولہ والے ہر اس شخص کو جوان کفریہ اور مرتد ممالک میں سکونت اختیار کرتا ہے، اسے کافر قرار دیتے ہیں۔ ہم اس قسم کے بہتان سے بری الذمہ ہیں۔

**⑪ ہم طاغوتی اور مرتد حکومت کی فوج اور پولیس کو واجب القتل خیال کرتے ہیں اور ہر اس عمارت اور ادارہ کو ختم کرنا اور گرانا واجب سمجھتے ہیں جس کے بارے میں ہمارے لیے یہ واضح ہو جائے کہ طاغوت اسے اپنا ٹھکانا بنالیں گے۔**

**وضاحت:** اس بارے میں بہت سے دلائل موجود ہیں:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی لَا انۡفِصَامَ لَہَا﴾[البقرۃ:256]

''پس جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے، تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ایمان کے صحیح ہونے کے لئے طاغوت کے انکار کو شرط قرار دیا ہے۔ جو شخص طاغوت کا انکار نہیں کرتا، اس کا اسلام میں داخل ہونا اس وقت تک ٹھیک نہیں ہے جب تک کہ وہ طاغوت کا انکار نہ کرے۔ طاغوت کا معاون اور مددگار اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طاغوت کا انکار نہیں کرتا، چنانچہ وہ طاغوت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہو جاتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَوۡلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوۡتُ یُخۡرِجُوۡنَہُمۡ مِّنَ النُّوۡرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ﴾[البقرۃ:257]

''اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ان کے دوست طاغوت ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، وہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ کافر ہی طاغوت کے دوست، یعنی اس کے چاہنے والے، مددگار اور معاونین ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص ان کی مدد اور اعانت کرتا ہے، وہ بھی انہیں کی طرح کافر ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا یَتَّخِذِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ فَلَیۡسَ مِنَ اللّٰہِ فِیۡ شَیۡءٍ اِلَّاۤ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡہُمۡ تُقٰىۃً وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ وَ اِلَی اللّٰہِ الۡمَصِیۡرُ﴾[آل عمران:28]

''اہل ایمان، مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو ہرگز دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں الا یہ کہ تم ان (کافروں کے شر) سے بچنا چاہو اور اللہ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے، اور تمھیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے طاغوت کے مددگار اور معاونین کے کفر پر دلالت کرتی ہے: ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ﴾ ''اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں''یعنی اس کے دین سے مرتد ہونے اور کفر میں داخل ہونے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے بری اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے۔[تفسير الطبري، ج:3، ص:228]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ طاغوت کے مددگار متعین طور پر کافر ہیں اور ان کی کئی قسمیں ہیں:

**پہلی قسم:** اقوال سے مدد کرنے والے: ان میں سرِ فہرست علماءِ سوء اور طواغیت کے وہ کارندے ہیں جو شریعت اسلامیہ کو کافر حکام پر دراز اور کشادہ کر کے پیش کرتے ہیں اور ان سے کفر کی تہمت دور کرتے ہیں وہ ان (کافر حکمرانوں) کے خلاف خروج کرنے والے مسلمانوں کو بے وقوف کہتے ہیں اور ان (مسلمانوں) پر خارجی اور تکفیری ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

اسی طرح طاغوت کے مددگاروں میں بعض مصنفین، صحافی اور اخباری رپورٹر شامل ہیں جو یہی کام سرانجام دیتے ہیں۔

**دوسری قسم:** افعال سے مدد کرنے والے لوگ: ان میں سرفہرست کافر حکمرانوں کے لشکر ہیں، چاہے وہ فوج کے لشکر ہوں یا پولیس کے، کوئی ان میں براہ راست شریک ہو یا ان کی پشت پناہی کرنے والا ہو۔ طاغوت کے مددگاروں میں مذکورہ افراد کے علاوہ ہر وہ شخص داخل ہے جو زبان سے یا عمل سے طاغوت کی مدد کرے۔ اگرچہ جس کی مدد کی جارہی ہو، وہ دوسرے ملک کی حکومت ہو اور طاغوت کے مددگار اور معاونین اس کا دفاع کر رہے ہوں اور اس کے ملک کو بچانے اور اس کی سلطنت کی حفاظت کرنے میں جان کی بازی لگا رہے ہوں۔ کفر اور گمراہی کے سرغنوں کی بقا ان کے ان معاونین کی وجہ سے ہے جو کفر، فساد، ظلم اور گمراہی پر ان کی مدد کرتے ہیں۔

طاغوت کی مددگاروں میں ان کے مشیر اور لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان پر حق کو مشتبہ بنانے والے وہ لوگ بھی داخل ہیں جو طاغوت کی مجالس میں ان سے مانوس ہوتے ہیں، یا طاغوت کے مددگار فوج، لشکر، سپیشل اور عوامی سیکیورٹی، انتظامیہ اور انٹیلی جنس سب ہیں۔ اسی طرح پولیس اہلکار، وزراء، ارکان سلطنت سب طاغوت کے مددگار اور معاونین میں داخل ہیں۔ اگر طاغوت کے یہ مددگار و معاونین نہ ہوں تو ان حکام کی حکومت نہ ہوتی اور نہ یہ حکمرانی کے منصب پر برقرار رہتے۔ ان مرتد حکمرانوں کی بقا کا سبب یہی معاونین ہیں۔ جب یہ حکمران اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کی وجہ سے کافر ہیں تو جو بھی ان کی مدد یا اعانت کرے، ان کا دفاع کرے یا ان کے ملک کو بچائے تو اس کا حکم بھی انھی جیسا ہے اور وہ بھی ان کی طرح کافر ہے۔ اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ طاغوت کے مددگار براہ راست طاغوت اور اس کے نظام کے حمایتی اور اس کے دستور اور من گھڑت قوانین کا دفاع کرتے ہیں تو اسلام میں کسی چیز کو براہِ راست کرنے کا حکم اس کا سبب بننے والے کے حکم سے جدا نہیں ہوتا جیسا کہ اس بارے میں فقہاء نے تصریح فرمائی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ طاغوت کے معاونین اور مددگار کافر ہیں۔ واللہ اعلم

جہاں تک طاغوت کی عمارتوں اور اداروں کو گرانے اور ختم کرنے کا تعلق ہے تو ایسی عمارات کو منہدم کرنا واجب ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ ضرار کو جلایا اور اس کے گرانے کا حکم جاری فرمایا۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی طرح معصیت کے وہ مقامات جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی جاتی ہے، ان کو جلانا اور گرانا اس حکم میں داخل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ ضرار کو جلایا اور اس کو گرانے کا حکم دیا جب کہ وہ ایسی مسجد تھی جس میں نماز پڑھی جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاتا تھا، لیکن وہ مؤمنین کو ضرر پہنچانے، ان میں تفریق ڈالنے اور منافقین کو ٹھکانا مہیا کرنے کے لیے بنی تھی۔ جس جگہ میں اس طرح کے کام سرانجام پائیں تو حاکمِ وقت پر اس کو ختم کرنا، چاہے وہ گرا کر اور جلا کر ہی ہو، واجب ہے۔

مزید ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: یہی حال نافرمانی فسق و فجور کی جگہوں کا ہے جیسے شراب خانے اور شرابیوں اور گناہگاروں کے اڈے وغیرہ۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مکمل بستی کو جس میں شراب فروخت ہوتی تھی، جلا ڈالا تھا اور سعد کے محل کو بھی جلا دیا تھا جب وہ اس میں اپنی رعایا سے اوجھل ہو گئے تھے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جماعت اور جمعہ میں شرکت نہ کرنے والوں کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرمایا۔ [زاد المعاد، ص:654]

**⑫ ہمارے خیال میں اہلِ کتاب وغیرہ کے گروہوں میں سے صابی اور ان جیسے گروہ جو آج کل دولہ اسلامیہ میں رہتے ہیں، وہ اہلِ حرب ہیں، ذمی نہیں ہیں، انہوں نے کئی وجوہ سے جن کا شمار ناممکن ہے اپنا معاہدہ توڑ ڈالا ہے، اگر وہ امن و امان چاہتے ہوں تو وہ دولہ اسلامیہ سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شرائط کے مطابق نیا معاہدہ کریں۔**

**وضاحت:** یاد رکھیں! آج کے کفار اور مرتدین میں کوئی ذمی نہیں بلکہ وہ سب کے سب محارب اور عہد شکنی کرنے والے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے علاقوں، مالوں اور حکومتوں پر حملہ آور ہیں۔ انہوں نے ان مسلمانوں کے لیے کفریہ قوانین بنا رکھے ہیں۔ پورے عالم میں مسلمانوں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ آج عراق اور شام کے علاوہ کہیں اسلامی خلافت نہیں پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ اسلامی خلافت کی مدد و نصرت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ○ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ

عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ ﴾[التوبۃ:7تا12]

''بھلامشرکوں کے لیے اللہ اوراس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیونکر ہوسکتا ہے سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے قریب عہد لیا تھا، پھر جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں تم ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔کس طرح (مشرکوں سے عہد رہ سکتا ہے؟) جبکہ ان کا یہ حال ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پالیں تو وہ تمہارے معاملے میں رشتے داری کا لحاظ کریں گے نہ کسی عہد کا، وہ اپنے منہ (زبان) سے تمھیں خوش کرتے ہیں اوران کے دل انکار کرتے ہیں اوران میں سے اکثر نافرمان ہیں۔انہوں نے اللہ کی آیات کوتھوڑی سی قیمت پر بیچا پھر (لوگوں کو) اس کے راستے سے روکا، بے شک برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔وہ کسی مؤمن کے معاملے میں رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں نہ کسی عہد کا، اور وہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ہم اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔اوراگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسموں کوتوڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے ان سرداروں سے جنگ کرو، بے شک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، شاید کہ وہ باز آئیں۔''

میں کہتا ہوں: انھوں نے موجودہ دور میں ہمارے دین پر کتنے طعن کیے ہیں، وہ مجاہدین کو دہشت گردی کے نام پر قتل کررہے ہیں، انھیں ہر طرح سے سخت اذیت کا نشانہ بنا رکھا ہے اور کسی مؤمن کے مسئلہ میں قرابت اور عہد کا کوئی لحاظ نہیں کرتے، لہذا ان کفار اور مرتدین کا کوئی معاہدہ نہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے معاہدہ توڑ دینے والی آٹھ چیزیں ذکر کی ہیں:

① مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے جمع ہونا۔

② کسی مسلمان عورت سے زنا کرنا۔

③ مسلمان عورت سے نکاح کے نام پر صحبت کرنا۔

④ کسی مسلمان کو اس کے دین کے بارے میں فتنہ ڈالنا۔

⑤ مسلمان کا رستہ روکنا۔

⑥ مشرکین کے کسی جاسوس کو ٹھکانا فراہم کرنا۔

⑦ مسلمانوں کی اطلاع پہنچا کر ان سے دشمنی کرنا، مطلب یہ ہے کہ مشرکین کو مسلمانوں کی خبریں لکھ کر بھیجنا۔

⑧ مسلمان کو قتل کرنا۔[أحكام أهل الذمة، ج:2، ص:209]

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانہ میں کافر ملتیں مسلمانوں سے لڑائی کرنے کے لئے اکھٹی ہوچکی ہیں۔ان کا سرغنہ امریکا ہے۔ یہ مسلمانوں کو دہشت گردی اور جہاد کے نام پر قتل کررہے ہیں۔یہ کفار اور مرتدین اپنے پاس قید مسلمان عورتوں کے ساتھ کتنا زنا کرتے ہیں اور

یہ کس قدر عالمِ اسلام میں مسلمانوں کومختلف طریقوں سے فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ کیا اس سب کچھ کے باوجود ان خنزیروں کا کوئی معاہدہ باقی رہ جاتا ہے؟

**سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شرائط :** امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل جزیرہ نے عبدالرحمٰن بن غنم کو لکھا کہ جب آپ ہمارے پاس آئے تو ہم نے آپ سے اپنے اور اپنے ہم مذہب لوگوں کے لئے امان کی درخواست کی جس میں ہم نے آپ کے لیے اپنے اوپر یہ شرائط طے کیں:

① ہم اپنے شہر میں نیا گرجا نہیں بنائیں گے۔

② اپنے شہر کے گرد کنیسہ، گرجا اور راہب کی خانقاہ تعمیر نہیں کریں گے۔

③ ہمارے جو گرجے خراب ہو جائیں گے، ان کی مرمت نہیں کریں گے اور جو مسلمانوں کے تعمیری منصوبوں میں آرہے ہوں، انھیں بھی دوبارہ تعمیر نہیں کریں گے۔

④ ہم اپنے کنیسوں سے مسلمانوں کو دن یا رات کے کسی بھی وقت قیام کرنے سے نہیں روکیں گے۔

⑤ اپنے گرجوں کے دروازے گزرنے والوں اور مسافروں کے لئے کھلے رکھیں گے۔

⑥ ہم گرجوں اور اپنے گھروں میں جاسوسوں کو ٹھکانہ نہیں دیں گے۔

⑦ مسلمانوں کے لیے کسی دھوکے اور خیانت کو نہیں چھپائیں گے۔

⑧ ہم اپنے کنیسوں کے اندر بالکل آہستہ آواز میں ناقوس بجائیں گے۔

⑨ گرجوں کے باہر صلیب نہیں لٹکائیں گے۔

⑩ ہم اپنے گرجوں میں آنے والے مسلمانوں کے سامنے نماز اور قراءت کے دوران اپنی آوازیں بلند نہیں کریں گے۔

⑪ مسلمانوں کے بازار میں صلیب اور کتاب کو نہیں نکالیں گے۔

⑫ باعوث اور شعانین دونوں تہوار نہیں منائیں گے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باعوث ایک تہوار ہے جسے عیسائی جمع ہو کر مناتے ہیں، جیسا کہ مسلمان عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے تہواروں کو مناتے ہیں۔ (اسی طرح شعانین، عیسائیوں کی ایک اتوار کے دن کی عید ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس میں داخلے کی یادگار منائی جاتی ہے۔)

⑬ اپنے مردوں پر آوازوں کو بلند نہیں کریں گے اور نہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے بازار میں آگ لے کر نکلیں گے۔

⑭ ہم مسلمانوں کے پڑوس میں خنزیر نہیں رکھیں گے اور نہ شراب فروخت کریں گے۔

⑮ ہم شرک کو ظاہر نہیں کریں گے، اپنے دین کی رغبت نہیں دلائیں گے اور اس کی طرف کسی کو نہیں بلائیں گے۔

⑯ غلاموں میں سے کوئی ایسی چیز نہیں لیں گے جس پر مسلمانوں کا حصہ ثابت ہو چکا ہو۔

⑰ ہم اپنے کسی رشتہ دار کو جو اسلام میں داخل ہونا چاہے، نہیں روکیں گے۔

⑱ ہم جہاں کہیں بھی ہوں، اپنے لباس کو لازم پکڑے رکھیں گے۔

⑲ ٹوپی، پگڑی اور جوتے پہننے میں اور بالوں کی مانگ اور سواریوں میں مسلمانوں کی مشابہت اختیار نہیں کریں گے، مسلمانوں جیسا کلام کریں گے نہ ان کی کنیت رکھیں گے۔

⑳ اپنے سروں کے اگلے بالوں کو کٹوا دیں گے اور پیشانی پر مانگ نہیں نکالیں گے۔

㉑ زُنّار (وہ پٹی جسے عیسائی کمر اور پیٹ پر باندھتے ہیں) اپنی کمروں پر باندھیں گے۔

㉒ اپنی انگوٹھیوں پر عربی نقش نہیں کریں گے۔

㉓ زین والے گھوڑوں پر سواری نہیں کریں گے۔

㉔ ہم اسلحہ نہیں رکھیں گے اور نہ اسے اٹھائیں گے، اور تلوار بھی نہیں لٹکائیں گے۔

㉕ مسلمانوں کی مجالس میں ان کی عزت کریں گے اور انہیں راستہ بتلائیں گے۔ اگر مسلمان بیٹھنا چاہیں گے تو ہم ان کے لیے مجالس سے اٹھ جائیں گے۔

㉖ ہم مسلمانوں کے گھروں میں نہیں جھانکیں گے۔

㉗ اپنی اولاد کو قرآن نہیں سکھلائیں گے۔

㉘ ہم میں سے کوئی شخص تجارت میں مسلمان کے ساتھ صرف اسی صورت میں شراکت کرے گا جب تجارت کی باگ ڈور مسلمان کے پاس ہو۔

㉙ ہم ہر مسافر مسلمان کی تین دن ضیافت کریں گے، اور اسے اپنے پاس موجود درمیانے درجہ کا کھانا کھلائیں گے۔ ہم نے اپنی ذات، اولاد، بیویوں اور گھروں کی ضمانت حاصل کی، اگر ہم نے ان شرائط میں کوئی تبدیلی کی یا ان کی مخالفت کی جو ہم نے خود اپنے اوپر عائد کی ہیں اور جن پر ہم نے امان لی ہے تو ہمارے لئے کوئی ذمہ نہیں ہوگا اور ہمارے بارے میں آپ کے لئے وہ سب کچھ حلال ہوگا جو سرکشی اور مخالفت کرنے والوں کے بارے میں جائز ہوتا ہے۔

یہ شرائط عبدالرحمٰن بن غنم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھیں، چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ ان کی درخواست منظور کرلو اور جو شرطیں انھوں نے اپنے اوپر لگائی ہیں، ان کے ساتھ دو شرائط کا اضافہ کرلو جو میں ان پر عائد کر رہا ہوں:

㉚ وہ ہمارے قیدیوں کو نہیں خریدیں گے۔

㉛ جس نے کسی مسلمان کی پٹائی کی، اس سے معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

عبدالرحمٰن بن غنم نے یہ معاہدہ نافذ کر دیا اور شام کے شہروں میں جو رومی مقیم تھے، ان سے ان شرطوں کا اقرار کرایا۔

امام الخلال اپنی کتاب احکام اہل الملل میں فرماتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن احمد نے بتلایا، آگے انھوں نے درج بالا شرطیں بیان کیں اور سفیان ثوری نے مسروق سے، انہوں عبدالرحمٰن بن غنم سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے اس وقت یہ تحریر لکھی جب شام کے نصاری نے صلح کی۔ انھوں نے اس میں ان پر یہ شرطیں لگائیں:

32. نصاری اپنے شہر اور اس کے ارد گرد نیا گرجا، کنیسہ، معبد اور راہب کی خانقاہ تعمیر نہیں کریں گے۔

33. بوسیدہ گرجوں کی مرمت نہیں کریں گے۔

34. نصاریٰ اپنے کنیسوں سے کسی مسلمان کو اگر وہ ان میں ٹھہرے، تین دن تک نہیں روکیں گے، وہ کسی جاسوس کو ٹھکانا مہیا نہیں کریں گے اور نہ مسلمانوں کے بارے میں کسی خیانت اور دھوکے کو پوشیدہ رکھیں گے، پھر سابقہ شرائط ذکر کیں، اس کے بعد فرمایا: اگر نصاری نے ان میں سے کسی شرط کی مخالفت کی تو ان کے لئے کوئی ذمہ نہیں، مسلمانوں کے لئے نصاری کا وہ سب کچھ حلال ہو جائے گا جو معاندین اور مخالفین کے حق میں حلال ہوتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان شرائط کی شہرت ان کی اسناد سے کفایت کرتی ہے۔ ائمہ کرام نے ان شرائط کو تسلیم کیا ہے اور انہیں اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے اور ان سے حجت پکڑی ہے، ہمیشہ ان کی زبانوں اور کتابوں میں شرائطِ عمر کا ذکر چلتا رہا ہے، عمر رضی اللہ عنہ کے بعد یہ شرائط خلفاء نے نافذ کیں اور ان کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے۔ [أحكام أهل الذمة، ج:2، ص:113-115]

میں کہتا ہوں: یہ شرائط ہمارے ساتھ کافروں اور مرتدوں کی کہاں پائی جاتی ہیں بلکہ ہم مسلمان اپنے گھروں میں ذلیل ہیں اور اپنے دین کا اظہار نہیں کر سکتے۔ کیا ان شرائط کی موجودگی میں کفار اور مرتدین کے ساتھ کوئی عہد باقی رہ جاتا ہے؟ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا شکوہ رکھتے ہیں۔

**13. میدان کارزار میں برسرِپیکار جہادی جماعتوں کے کارکن ہمارے دینی بھائی ہیں، ہم ان پر کفر، فسق و فجور کا الزام نہیں لگاتے لیکن اتنا ضرور کہتے ہیں کہ وہ نافرمان ہیں کیونکہ وہ عصر حاضر کے ایک اہم واجب سے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں اور وہ واجب ایک جھنڈے تلے اکھٹے ہونا ہے۔**

**وضاحت:** اس دور میں شرعی واجبات میں سے سب سے بڑا اور اہم واجب اللہ کے دین کی مدد کرنے، امت کو ذلت و رسوائی سے نکالنے اور خلافت اسلامیہ قائم کرنے کے لیے اللہ کے رستے میں جہاد کرنا ہے۔

خلافتِ اسلامیہ کا قیام ایک ایسا فریضہ ہے جس کی عدمِ موجودگی میں تمام مسلمان گنہگار رہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(( مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً )) [صحيح مسلم، كتاب الامارة:22/6، حديث:1851]

”جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں (کسی خلیفہ کی) بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس جماعت کی مدد کرے جو اللہ کے رستے میں جہاد کر رہی ہے۔

جہادی جماعتوں کی کثرت حرام ہے کیونکہ جہاد شان وشوکت اور طاقت وقوت کے بغیر نہیں ہوسکتا،مختلف جماعتوں کے بننے سے شان وشوکت ختم ہو جاتی ہے۔

متعدد جماعتیں بنانے کے منع ہونے بلکہ حرام ہونے کے بہت سے دلائل ہیں۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾[آل عمران:103]

''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو۔''

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور ان کے پاس واضح نشانیاں آ جانے کے بعد انہوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور ان لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''[آل عمران:105]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص کسی کو ضرر پہنچائے، اللہ تعالی اسے ضرر پہنچائے گا، اور جو کسی کو مشکل میں ڈالے گا، اللہ تعالی اس پر سختی کرے گا۔'' ابن صلاح، نووی اور ابن رجب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے کثیر طرق کی بنا پر حسن ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔[جامع العلوم والحکم، ص:366]

میں کہتا ہوں: مسلمانوں کی تفریق سے بڑھ کر کونسا نقصان ان کے لیے زیادہ سخت اور زیادہ عام ہے۔ جب مسلمان دسیوں جماعتوں میں منتشر ہو جائیں تو انھیں وہ طاقت و دبدبہ کیسے حاصل ہوگا جس کے ذریعے وہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں گے۔ اسلام کی شان وشوکت ایمانی ولاء کے ذریعے مسلمانوں کی ایک دوسرے سے دوستی و محبت کے ساتھ حاصل ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾[التوبة:71]

''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم فرمائے گا، بے شک اللہ زبردست ہے، خوب حکمت والا۔''

نیز اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾[الأنفال:73]

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے حمایتی ہیں، (اے مسلمانو!) اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد مچے گا۔''

یعنی جب مؤمنین آپس میں ایک دوسرے سے دوستی نہیں کریں گے جیسے کفار کرتے ہیں تو فتنہ اور فسادِ کبیر شروع ہو جائے گا، کیونکہ کفار مجتمع ہیں۔ وہ تنہا تنہا مسلمانوں سے مقابلہ کرتے ہوئے انہیں قتل کر رہے ہیں، اذیت پہنچا رہے ہیں، دینی اعتبار سے آزمائش میں مبتلا کر رہے ہیں اور کفریہ قوانین کو غالب کر رہے ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر کونسا فتنہ اور فساد ہوگا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ﴾[البقرة:251]

''اور اگر اللہ انسانوں کے ایک (گروہ) کو دوسرے (گروہ) کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو یقیناً ساری زمین کا نظام بگڑ جاتا۔''

مسلمانوں کے منتشر ہوتے ہوئے ان کے پاس کفار کو ہٹانے اور ان کے فساد کو ختم کرنے کی ضروری طاقت کہاں سے آئے گی؟ اس میں شک نہیں ہے کہ مسلمان اپنے بکھرنے کی وجہ سے اس قدر بڑے فساد کے خود ذمہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ﴾[الشوریٰ:30]

''اور تمھیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمھارے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے (پہنچتی ہے)۔''

جب فی الواقع متعدد تنظیمیں موجود ہیں تو اب کیا کرنا چاہیے؟

جہاں تک میں سمجھتا ہوں- واللہ اعلم- کہ تمام جماعتیں امیر المؤمنین ابو بکر بغدادی حفظہ اللہ کے ہاتھ پر جمع ہو جائیں، جنہوں نے عراق و شام میں منہاج نبوت پر خلافت کا اعلان کر دیا ہے، ہم سب پر اس خلافت کی مدد کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾[الأنفال:72]

''اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملے) میں مدد مانگیں تو تم پر مدد لازم ہے۔''

ان جماعتوں میں شریعت کے ساتھ کھیلنے والی جماعتیں شامل نہیں ہیں جو اسلامی نظام کی طرف مشرکانہ جمہوریت اور لا دین پارلیمنٹوں وغیرہ کے راستہ سے دوڑے جاتے ہیں۔ جس میں بہت سے لوگ اسلامی دعوت کے نام پر جا گرے ہیں، اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسرے بہت سوں کو بھی گمراہ کیا اور وہ شیطان کے نقشِ قدم پر چلے جوان سے وعدے کرتا اور انھیں امید دلاتا ہے اور شیطان کا وعدہ تو دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ ان لوگوں نے ہزاروں نوجوانوں کو طاغوتی حکام کے سامنے جھکنے اور سمجھوتے کرنے والا بنا کر ان کی طاقت ضائع کر دی ہے، برخلاف اس کے جو شریعت ان طاغوتی حکمرانوں سے قتال کے واجب ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کے بعد کونسی گمراہی باقی رہ جاتی ہے؟

یہ کتاب العمدۃ از عبد القادر بن عبد العزیز سے کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ اختصار سے نقل کیا گیا ہے۔

**⑭ ہر وہ جماعت یا شخص جو جنگ کرنے والے غاصب سے معاہدہ کرتا ہے، اس معاہدے میں سے کچھ بھی ہم پر**

**لازم نہیں بلکہ ایسا معاہدہ باطل اور مردود ہے۔**

**وضاحت:** تمام حالات میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے سوا کسی کافر یا شریعت اسلامیہ سے دور رہنے والوں کے ساتھ کسی قسم کا کوئی ایسا معاہدہ نہ کریں جو انھیں دین سے مرتد ہونے یا دین کے کسی حکم کو قائم کرنے سے رکے رہنے یا اس کو ختم کر دینے پر برقرار رکھے۔ اس کے لیے ان معاہدوں میں دو شرطیں پائی جانی ضروری ہیں:

**پہلی شرط:** یہ معاہدے ایک طے شدہ مدت کے لئے عارضی ہوں۔ مسلمان جانتے ہوں کہ وہ اس مدت کے بعد دین کو نافذ کرسکیں گے یا ملحدوں کو شکست دے سکیں گے۔ بوقتِ ضرورت مدت بڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

**دوسری شرط:** معاہدہ ہر اس اشارہ سے پاک ہو جو باطل کو جگہ دے یا حق کو ختم کرے۔

کتاب وسنت سے اس پر بہت سے دلائل موجود ہیں۔

**پہلی قسم کی دلیل:** قرآن کریم کے ارشادات کے مطابق

**دوسری قسم کی دلیل:** رسول اللہ ﷺ نے جو اپنے اور اپنے مخالفین کے درمیان طے پانے والی صلح اور معاہدوں کی شکل میں امت کی رہنمائی فرمائی:

① وہ معاہدہ جو آپ ﷺ اور قبیلہ بنی غطفان کے درمیان طے پایا۔

② صلح حدیبیہ

③ آپ ﷺ اور مسیلمہ کذاب کے درمیان آنے جانے والے قاصد۔

**تیسری قسم کی دلیل:** سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خوارج کے ساتھ بات چیت کی۔

جہاں تک مسلمان خلیفہ (جو کہ مسلمان حکومت کا سربراہ ہوتا ہے) یا ہر دور اور شہر میں اس کے قائم مقام کی طرف سے صلح، ذمہ اور امان کا تعلق ہے تو یہ اس وقت جائز ہے جب اس میں مسلمانوں کی مصلحت ہو کیونکہ اس کی مسلمانوں کے مفاد پر گہری نظر ہوتی ہے۔ اسی لئے ابن قدامہ نے المغنی میں فرمایا ہے: ''امام یا اس کے نائب کے علاوہ کسی اور شخص کو صلح اور ذمہ کا معاہدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ خلیفہ نے تمام کافروں سے معاہدہ کیا ہے، یہ بات خلیفہ کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے نہیں، نیز اس کا تعلق امام کی گہری نظر کے ساتھ ہے، وہ مصلحتوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے، علاوہ ازیں امام کے سوا کسی اور شخص کی طرف سے معاہدے کو جائز قرار دینے سے جہاد کلی طور پر ختم ہو جائے، لہٰذا جب امام یا اس کے نائب کے علاوہ کوئی اور شخص صلح کرے تو وہ صلح درست نہیں۔'' [إماطة اللثام، ص: 127]

ہمارے اس دور میں کسی شخص یا جماعت کو مرتد حکام اور قابضین سے معاہدہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں بلکہ اس قسم کا معاہدہ باطل ہوگا اور اسے اس کے کرنے والے پر لوٹا دیا جائے گا۔

**⑮ ہم سچے، باعمل علماء کا احترام کرنا ضروری سمجھتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں اور پیش آنے والی مصیبتوں اور**

**مشکلات میں ان سے مدد ورہنمائی لیتے ہیں۔ جو طاغوت کے راستہ پر چلے اور اللہ کے دین کے کسی معاملہ میں طاغوت کے ساتھ مداہنت برتے، ہم اس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔**

**وضاحت:** باعمل علماء سے مراد مجاہدین ہیں، نہ کہ وہ علماء ہیں جو مختلف پارٹیوں کے داعی ہیں وہ شرعی نصوص کے ایسے معنی ومطلب بیان کرتے ہیں جن کا نص میں کوئی احتمال نہیں ہوتا جیسا کہ بعض ہم عصر لوگوں کا خیال ہے۔ ایسے حضرات علماء نہیں ہیں چاہے وہ لوگ جو بھی دعوی کرتے رہیں۔

ہم ذیل میں لوگوں کو خیر وبھلائی سکھلانے والے عالم کی فضیلت اور اللہ کے ہاں اس کے لیے جو اجر وثواب اور عزتیں ہیں، اسے کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

① ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾[فصلت:33]

''اور اس شخص سے زیادہ اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جس نے (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور کہا: بے شک میں تو فرمانبرداروں میں سے ہوں۔''

② ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ [فاطر:28]

''بس اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔''

③ ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[الزمر:9]

''کہہ دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟''

④ ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَّاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾[المجادلة:11]

''تم میں جو ایمان لائے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا ہے، اللہ ان کے درجات بلند کرے گا، اور اللہ اس سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر۔'' [صحیح الجامع:4212]

سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، بے شک انبیاء دینار و درہم وراثت میں نہیں چھوڑتے، وہ تو علم کو وراثت میں چھوڑتے ہیں، جس شخص نے علم دین حاصل کیا، اسے بہت بڑا حصہ مل گیا۔''

[ أبو داود، ترمذي، صحيح ترغيب ، ص: 70]

حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ علما اپنے علم، اخلاص، جہاد، عبادت، حق کا اقرار واعلان کرنے اور مخالفین کی تکالیف پر صبر کرنے میں انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

باعمل علماء ہی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے شبہات، پیش آنے والے حادثات اور بوقت ضرورت دینی مسائل میں مرجع

خلائق ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [الأنبيآء:7]

''چنانچہ اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل ذکر (اہل کتاب) سے پوچھ لو۔''

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں: ''جاہل کے لئے سوال کرنے میں شفا ہے۔''

[صحيح سنن أبو داود:325]

مذکورہ بیان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لوگوں پر عالم کا حق ہے کہ وہ بغیر غلو اور بے رخی کے عالم کی عزت واحترام اور اس کا اکرام کریں اور گفتگو اور مشورہ وغیرہ میں اسے دوسروں پر مقدم رکھیں۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص میری امت میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے، ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے۔'' [رواه أحمد وغيره، صحيح الترغيب:96]

''ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے'' یعنی اس کی توقیر، تعظیم اور عزت کا حق نہ پہچانے، کیونکہ اسے لوگوں پر برتری اور نیکی حاصل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ باعمل علماء کے فضائل میں کئی احادیث بیان ہوئی ہیں جو باعمل مجاہد علماء کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

جہاں تک طاغوتی علماء کا تعلق ہے جن کی آنکھیں اللہ نے حق سے اندھی کر دی ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی مثال کتے کی سی بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے:

﴿فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ [الأعراف:176]

''ان کی مثال کتے کی سی ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو بھی ہانپتا ہے اور اگر تو اسے چھوڑ دے تو بھی ہانپتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [التوبة:34]

''اے ایمان والو! بے شک اکثر علماء اور درویش لوگوں کا مال ناحق ہی کھاتے ہیں اور وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔''

یہ طاغوت کے سرچشمے ہیں، ان سے بچا جائے، ان کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ یہ بلعام کی اولاد ہیں جو لوگوں کے سامنے جمہوریت، سوشلزم اور ارتداد کو شوریٰ کے نام پر مزین کر کے پیش کرتے ہیں اور لوگوں پر دین کو خلط ملط کر دیتے ہیں، یوں خود بھی گمراہ ہوتے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ایسے علماء کافر اور مرتد ہیں، ان کا قتل واجب ہے، اس لئے کہ یہ طاغوت کے حمایتی بلکہ کفر کے ائمہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کفر کے ائمہ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقَاتِلُوٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ﴾ [التوبة:12]

''پس کفر کے ان اماموں سے جنگ کرو، بے شک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو مکر کرنے والے دجالوں کی چال سے محفوظ رکھے۔

## ⑯ ہم جہاد میں سبقت لے جانے والے کی برتری کے معترف ہیں، اسے اس کا مقام و مرتبہ دیتے ہیں اور اس کے پیچھے اہل و عیال اور مال کی اچھے انداز میں خبر گیری اور دیکھ بھال کرتے ہیں۔

**وضاحت:** ان میں سب سے اول صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی آیات اور احادیث میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

① ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ [الفتح:18]

''یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، چنانچہ ان کے دلوں میں جو (خلوص) تھا، وہ اس نے جان لیا تو اس نے ان پر تسکین نازل کی اور بدلے میں انہیں قریب کی فتح دی۔''

② ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة:100]

''اور (قبول اسلام میں) سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

③ ﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ جبکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے، تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا، یہ (ان لوگوں کے) برابر نہیں ہیں (جنہوں نے فتح مکہ کے بعد یہی کام کیے) یہ (پہلے کرنے والے) لوگ درجے میں عظیم تر ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے اس (فتح) کے بعد خرچ کیا اور لڑائی کی، اور اللہ نے ہر ایک سے نیک جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔'' [الحدید:10]

④ ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ یُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o وَالَّذِیْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ [الحشر:8-10]

’’(مالِ فے) ان مہاجر فقراء کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنی جائیدادوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا ڈھونڈتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔اور (ان کے لیے ہے) جنھوں نے (مدینہ کو) گھر بنالیا تھا اور ان (مہاجرین) سے پہلے ایمان لا چکے تھے، وہ (انصار) ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کرے، اور وہ اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دیا جائے اور اپنی ذات پر (ان کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں سخت ضرورت ہو، اور جو کوئی اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا، تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔اور (مالِ فے ان کے لیے ہے) جو ان (مہاجرین وانصار) کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بے شک تو بہت نرمی والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔‘‘

یہ آیات مہاجرین وانصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے ان لوگوں کی تعریف پر مشتمل ہیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کوئی کھوٹ نہ رکھے۔

اسی طرح تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد آج تک آنے والے اور گزشتہ بہت سے ادوار کے لوگ ہیں جیسے مجاہد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ اور ان جیسے دیگر حضرات۔ یہ علمی اور جہادی میدان میں ہم سے بہت اعلی مقام رکھتے ہیں، ہم ان کے حق کو پہچانتے ہیں اور ان کی قدر و منزلت کے قائل ہیں۔اللہ تعالی ان سب حضرات کی مغفرت فرمائے اور جنت میں انہیں ٹھکانہ عطا فرمائے۔

## ⑰ ہم قیدیوں اور مسلمانوں کی حرمت و تقدس والی چیزوں کو قتال کے ذریعے سے یا مال کے بدلے کفار کے نرغے سے چھڑانا واجب سمجھتے ہیں۔

**وضاحت:** اس میں کوئی شک نہیں کہ کافر قومیں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مجتمع ہو کر جس طرح آج حملہ آور ہوئی ہیں، اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئیں۔انہوں نے کافر قوموں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے ایسا بلایا ہے جیسا کہ کھانے والے ایک دوسرے کو کھانے کے برتن کی طرف دعوت دیتے ہیں۔اس میں صلیبی دشمن (اصلی کافر) اور مسلمانوں کو کرایہ پر قتل کرنے والے (مرتد کافر) دونوں شامل ہیں۔انھوں نے بہت سے ایسے وسائل ذرائع ایجاد کیے تا کہ امت مسلمہ کو قید کیا جا سکے، ان کے لئے کانفرنسیں منعقد کیں اور ان کے لیے سازشیں تیار کیں تا کہ مسلمانوں کو قید یا قتل کیا جا سکے، یا انہیں دربدر کیا جا سکے، کافر مکر کرتے ہیں اور اللہ تعالی بھی خفیہ تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالی سب سے بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

عالَمِ عرب اور عالَمِ اسلام میں ہماری امت کئی قسم کے ظلم، قہر، نسل کشی، انسانی تذلیل اور ناامیدی کے سمندر کی تہہ میں غرق ہو کر جی رہی ہیں، اللہ تعالیٰ ہی انہیں دین پر ثابت قدم رکھے اور ان کی حفاظت فرمائے۔

جو شریعت کی عمومی نصوص پر غور کرے گا، وہ دیکھے گا کہ وہ نصوص مسلمانوں کو باہم مدد اور تعاون پر اور ایک دوسرے کو بے یار و مددگار نہ چھوڑنے پر ابھارتی ہیں، نیز یہ کہ مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں، جب جسم کے ایک حصہ میں تکلیف ہو تو اس کی خاطر سارا جسم بیدار رہتا اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الأنبيآء:92]

''اور بلاشبہ یہ تمہاری ملت ایک ہی ملت و شریعت ہے، اور میں تمہارا رب ہوں، لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات:10]

''یقیناً مؤمن تو (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ﴾ ''یقیناً مؤمن تو (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں'' یعنی دین اور حرمت میں نہ کہ نسب میں، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: دینی اخوت نسبی اخوت سے زیادہ مضبوط ہے، کیونکہ نسبی بھائی بندی مذہب کے اختلاف کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے اور دینی بھائی بندی نسب کے مختلف ہونے سے ختم نہیں ہوتی۔ [تفسير قرطبي، ج:16، ص:322]

صحیحین میں سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپ مؤمنوں کو ایک دوسرے پر رحم کرنے، ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و نرمی کرنے میں ایک جسم کی طرح پاؤ گے، جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو اس کی وجہ سے سارا جسم جاگتا اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

اسی طرح صحیحین میں سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن مؤمن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے درمیان داخل کر کے بتایا۔

صحیحین ہی میں سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو کسی کے حوالہ کرے۔''

اور ایک روایت میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''مسلمان مسلمان پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے اور نہ اس کو حقیر سمجھے۔''

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اسے رسوا نہ کرے'' علماء نے کہا ہے کہ رسوا کرنا یہ ہے کہ اس کی مدد اور اعانت کرنا چھوڑ دے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ اس سے برائی وغیرہ کو دور کرنے میں مدد طلب کرے تو اگر اس کے بس میں ہو اور کوئی شرعی عذر نہ ہو تو اس پر اس کی مدد کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ [شرح مسلم للنووي:16/ 120]

ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں سے مسلمان کا اپنے بھائی کو رسوا کرنا بھی ہے۔ مؤمن اپنے بھائی کی مدد کرنے پر مامور ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔'' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے مظلوم بھائی کی مدد کروں (یہ تو سمجھ میں آتا ہے) لیکن ظالم کی کیسے مدد کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تو اس کو ظلم کرنے سے روک دے، یہ تیری طرف سے اس کی مدد کرنا ہے۔''

امام ابوداود وغیرہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کو کہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا جہاں اس کی حرمت پامال کی جارہی تھی اور وہ بے عزت کیا جارہا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ بے یار و مددگار چھوڑے گا جہاں وہ اپنی مدد کو پسند کرتا ہوگا۔ جس نے کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کی جہاں اسے بے عزت کیا جارہا تھا اور اس کی حرمت کو پامال کیا جارہا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جہاں وہ اپنی مدد کو پسند کرتا ہوگا۔''

مسند احمد میں ابوامامہ بن سہل سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس مؤمن کو ذلیل کیا جائے اور وہ اس کی مدد پر قادر ہونے کے باوجود مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ساری مخلوق کے سامنے قیامت کے دن رسوا کرے گا۔''

امام بزار نے سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے مدد کی جبکہ وہ اس کی طاقت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں مدد فرمائے گا۔'' [جامع العلوم:333]

اس مسئلہ کے بارے میں بہت سے خاص دلائل موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰى یُهَاجِرُوْا وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ [الأنفال:72]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے (مہاجروں کو اپنے ہاں) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی، وہ ایک دوسرے کے حمایتی ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی، ان کی حمایت سے تمہیں کوئی غرض نہیں حتیٰ کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملے) میں مدد مانگیں تو تم پر مدد لازم ہے مگر اس قوم کے خلاف نہیں کہ جن کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور تم جو کام کرتے ہو، اللہ دیکھ رہا ہے۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ مؤمن جنہوں نے دار الحرب سے ہجرت نہیں کی وہ تمہیں اپنے بچاؤ کی خاطر افرادی یا مالی مدد کے لئے بلائیں تو تم ان کی مدد کرو، یہ مدد تمہارے اوپر فرض ہے، تم انہیں رسوا نہ کرنا۔''

ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مگر جب وہ قیدی اور کمزور لوگ ہوں تو ان کی دوستی قائم ہے اور ان کی نصرت کرنا واجب ہے حتی کہ ہم میں سے کوئی جھپکتی آنکھ (فرد) باقی نہ رہے مگر وہ ان کو بچانے کے لیے نکلے، اگر ہماری تعداد دشمن سے مقابلہ کے لئے کافی ہو یا پھر مسلمان اپنا تمام مال ان کو قید سے چھڑانے کے لئے صرف کر دیں حتی کہ کسی شخص کے پاس ایک درہم بھی باقی نہ رہے۔ یہی امام مالک رحمہ اللہ اور تمام علماء کا فتوی ہے۔ اپنے مسلمان بھائیوں کو دشمن کی قید میں چھوڑ دینے کی وجہ سے، باوجود اس کے کہ مسلمانوں کے پاس مال و دولت کے ڈھیر موجود ہیں، ان کے حالات سازگار ہیں، اور انہیں قدرت، تعداد، قوت اور دلیری حاصل ہے، جو مصیبتیں آ پڑی ہیں، ان پر **إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون** ہی پڑھا جا سکتا ہے۔[تفسیر قرطبي، ج:8، ص: 56، وأحكام القرآن لابن العربی:440/2]

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**وَ اِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْھُمْ وَ ھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُھُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ**﴾[البقرۃ:85]

''اور اگر وہ تمھارے پاس قیدی ہو کر آئیں تو تم انھیں فدیہ دے کر چھڑاتے ہو، حالانکہ تم پر ان کا نکال دینا ہی حرام کر دیا گیا تھا، کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! ہم نے ان فتنوں کی زد میں آ کر سب سے منہ موڑ لیا ہے، ہم نے ایک دوسرے کے خلاف مدد کی، ہماری یہ مدد مسلمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ کافروں کے ساتھ ہے حتی کہ ہم نے اپنے بھائیوں کو ذلیل و رسوا ہوتا چھوڑ دیا ہے، ان پر مشرکین اپنا حکم چلا رہے ہیں، **لا حول و لا قوۃ إلا باللّٰہ العلي العظیم**۔ ہمارے علماء فرماتے ہیں: قیدیوں کو مال دے کر چھڑانا واجب ہے، اگرچہ ایک درہم بھی باقی نہ رہے۔''

ابن خویز منداد رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ آیت قیدیوں کو چھڑانے کے واجب ہونے پر مشتمل ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی روایات آئی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی چھڑائے اور انہیں چھڑانے کا حکم دیا۔ مسلمان اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں اور اس کے بارے میں اجماع ہو چکا ہے۔ قیدیوں کو بیت المال سے چھڑانا واجب ہے، اگر بیت المال نہ ہو تو پھر یہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر مسلمانوں میں سے کوئی اس کی ادائیگی کر دے تو باقی مسلمانوں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا۔[تفسیر قرطبي:17/2]

علامہ جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ یہودیوں پر فدیہ دے کر اپنے قیدی چھڑانا واجب تھا اور ان پر اپنے ایک فریق کو ان کے گھروں سے نکال دینا حرام تھا۔ جب ان یہودیوں میں سے کسی کو ان کا دشمن قیدی بنا لیتا تو ان پر لازم تھا کہ وہ اس کو فدیہ دے کر چھڑائیں، چنانچہ یہودی اپنے یہودیوں کو نکالنے کے معاملے میں تورات کے کچھ حصہ کے ساتھ کفر کرنے والے تھے کیونکہ انہوں نے وہ کام کیا جس سے اللہ تعالی نے انہیں منع کیا تھا، اور ان کو فدیہ دے کر چھڑانے میں تورات کے کچھ حصہ پر ایمان لانے والے تھے، اس لیے کہ جو چیز اللہ تعالی نے ان پر واجب کی انھوں نے اس کو پورا کیا۔ قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانے کے واجب ہونے کا یہ حکم ہمارے لیے بھی ثابت ہے۔[ أحكام القرآن، ج:1، ص:57]

③ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾

''اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال کہ اس کے باشندے ظالم ہیں، اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایتی بھیج، اور ہمارے لے اپنی طرف سے کوئی مددگار بھیج۔'' [النسآء:75]

ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے علماء کا کہنا ہے: اللہ تعالی نے اس آیت میں قتال کو واجب کیا ہے تاکہ قیدیوں کو دشمن کے ہاتھ سے چھڑایا جا سکے باوجود اس کے کہ قتال میں جانوں کا نقصان ہوتا ہے، تو قیدی چھڑانے کے لئے مال کو فدیہ میں دینا زیادہ بڑا واجب ہے کیونکہ مال کا درجہ جان کے مقابلہ میں کم اور ہلکا ہے۔

ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''تم بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، مریضوں کی عیادت کرو اور قیدیوں کو چھڑاؤ۔''

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لوگوں پر قیدیوں کو اپنے سارے مالوں کے ذریعے چھڑانا لازم ہے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں: لوگوں پر قیدیوں کے ساتھ ہمدردی و غم خواری کرنا لازم ہے کیونکہ ہمدردی فدیہ دے کر چھڑانے سے کم درجہ رکھتی ہے۔''

[ أحكام القرآن: 583/1]

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ......﴾ میں جہاد پر ابھارا گیا ہے۔ نیز یہ کمزور لوگوں کو کفار و مشرکین کے ہاتھوں سے نجات دلانے پر مشتمل ہے جو انھیں بدترین سزا دیتے ہیں اور دین کے معاملہ میں آزمائش میں ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالی نے جہاد کو اپنے کلمہ کی بلندی، اپنے دین کو غالب کرنے اور اپنے کمزور بندوں کو چھڑانے کے لئے واجب قرار دیا ہے اگرچہ جہاد میں جانوں کو نقصان ہوتا ہے۔ قیدیوں کو چھڑانا مسلمانوں کی جماعت پر واجب ہے یا تو قتال کے ذریعے یا پھر مال کے ذریعے۔ مال لگانا جان کی نسبت زیادہ بڑا واجب ہے کیونکہ یہ جان سے کم درجہ ہے اور جان کی نسبت زیادہ آسان ہے۔

[القرطبي: 279/5]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالی کے راستہ میں کمزوروں کی خاطر جہاد نہیں کرتے یہاں تک کہ ان کو قید سے چھڑا لو اور جس مشقت میں وہ پڑے ہوئے ہیں، انہیں اس سے نجات دلاؤ۔ [فتح القدير، ج:1، ص:487]

④ سیّدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم قیدیوں کو چھڑاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بیماروں کی عیادت کرو۔'' [بخاری و مسلم]

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قیدی کو چھڑانا فرض کفایہ ہے۔ جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بیت المال سے قیدی کو چھڑایا جائے۔[فتح الباري:205/6]

علامہ مناوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی تم قیدی کو دشمن کے قبضہ سے مال وغیرہ کے ذریعہ سے غلام کی طرح آزاد کراؤ۔

## علماء کے اقوال:

① ابن جزی المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قیدیوں کو کافروں کے قبضہ سے جہاد کر کے چھڑانا واجب ہے۔ اگر مسلمان اس سے عاجز آجائیں تو ان پر مال کا فدیہ دیکر چھڑانا واجب ہے۔ مالدار مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنا فدیہ ادا کر دے، خلیفہ پر غریب لوگوں کا فدیہ بیت المال سے ادا کرنا واجب ہے۔ اگر مال کم پڑے تو اسے مسلمانوں کے سارے مال میں بانٹ دیا جائے گا اگر چہ وہ سارا بھی لگ جائے۔

[قوانین احکام شریعت، ص:172]

② عز بن عبدالسلام کہتے ہیں: ''مسلمان قیدیوں کو کفار کے قبضہ سے چھڑانا افضل ترین کار ثواب ہے، بعض علماء فرماتے ہیں: جب ایک مسلمان بھی قید میں ہو تو ہم پر واجب ہے کہ ہم کافروں سے لڑائی جاری رکھیں جب تک کہ اس ایک قیدی کو بھی نہ چھڑالیں یا ان کو ہلاک نہ کر دیں۔ جب مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قید کر دیا گیا ہو، پھر کیا خیال ہے؟[احکام جہاد اور اس کی فضیلت، ص:197]

③ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: 'قیدیوں کو آزاد کرانا سب سے بڑا فرض ہے اور وقف شدہ مال وغیرہ کو اس میں لگانا عظیم ترین نیک عمل ہے۔

④ ابن حجر الہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اگر کافر کسی مسلمان کو قید کر لیں تو صحیح ترین قول کے مطابق ہر قادر شخص پر فوراً ان پر چڑھائی کر دینا واجب ہے اگر چہ وہ غلام ہی ہو، وہ اجازت کے بغیر ہی نکلے جبکہ بعض علماء بغیر اجازت جانے سے اتفاق نہیں کرتے، تا کہ قیدی کو چھڑایا جائے بشرطیکہ اس کی رہائی کی توقع ہو، اگر چہ یہ ندرت کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ (دشمن پر چڑھ دوڑنا) ان کے ہمارے شہر میں داخل ہو جانے کی طرح وجوب عینی کے طور پر ہے بلکہ اس سے زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ مسلمان کی حرمت بہت بڑی چیز ہے۔[تحفة المحتاج:337/9]

⑤ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس پر علماء کا اتفاق ہے اگر مسلمان کو چھڑانے کی قدرت مال کے بغیر نہ ہو جو اہل حرب کو دیا جائے تو ان کو یہ مال دینا واجب ہے یہاں تک کہ مسلمان قیدی رہا ہو جائے۔[مراتب الإجماع:122]

## قیدی چھڑانے کے بارے میں تاریخی مطابقت:

① ابن نحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابن عساکر نے اپنی سند کے ساتھ طلحہ بن عبیداللہ بن کریز سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسلمانوں کے ایک آدمی کو مشرکین کے قبضہ سے چھڑاؤں، یہ مجھے جزیرۃ العرب سے زیادہ محبوب ہے۔''

[مشارع الأشواق، ج:2 ص:831]

② نیز انھوں نے بکر بن خنیس سے بھی نقل کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے قسطنطینیہ کے قیدیوں کے نام یہ پیغام لکھا: امابعد! معاذ اللہ، تم اپنے آپ کو قیدی شمار کرتے ہو بلکہ تم اللہ تعالی کے راستہ میں روک لئے گئے ہو، یاد رکھو! میں جو بھی چیز اپنی رعایا میں تقسیم کرتا ہوں تو خاص طور سے تمہارے اہل وعیال کو اس میں سے سب سے زیادہ اور عمدہ چیز دیتا ہوں، میں نے تمہاری طرف فلاں بن فلان کو پانچ دینار دے کر بھیجا ہے، اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ اسے روم کے سرکش روک لیں گے تو میں تمھیں زیادہ مال بھیجتا، میں نے فلاں بن فلاں کو بھیجا ہے، وہ طلب کیا گیا فدیہ دے کر تمہارے چھوٹے، بڑے، مرد، عورت، آزاد اور غلام کو آزاد کرائے گا سو تم خوش ہو جاؤ، پھر خوش ہو جاؤ، والسلام۔

③ جب کچھ مسلمان قیدی ہوئے تو امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز نے ان کی طرف عبدالرحمٰن بن عمرہ کو انھیں قید سے چھڑانے کے لئے بھیجا اور اس سے کہا: ''ہر مسلمان کے بدلے جو دشمن مانگے دے دینا، واللہ! میرے نزدیک ایک مسلمان تمام مشرکین سے زیادہ محبوب ہے، اور جو کچھ بھی تو مسلمان کے فدیہ میں دے گا تو اس کے ذریعے سے کامیاب ہو جائے گا، تو درحقیقت اسلام کو خریدے گا۔''

[ سنن سعید بن منصور رقم:2822]

④ ابن نحاس رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام عبدالغفار بن نوح قوصی نے بیان کیا ہے کہ معتصم کو یہ اطلاع ملی کہ فرنگ کے اکھڑ مزاج لوگوں میں سے ایک شخص نے عموریہ میں قید مسلمان عورت کو طمانچہ مارا تو عورت نے پکارا: اے معتصم! مدد کے لیے آ۔ اکھڑ مزاج شخص نے کہا: تیرے پاس معتصم ابلق (عمدہ نسل کے) گھوڑے پر سوار ہو کر ہی آ سکتا ہے، معتصم اس عورت کو چھڑانے کے لئے اپنے اٹھارہ ہزار فوجی ابلق گھوڑوں پر لے کر روانہ ہوا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اسی ہزار فوجی بھیجے۔ وہ پختہ ارادے، صدق نیت اور دینی غیرت کے ساتھ عموریہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے معتصم کے ہاتھوں عموریہ فتح کرایا جبکہ وہ اس سے پہلے فتح نہیں ہوا تھا، اس نے وہاں کے کافروں کو قیدی بنایا، قتل کیا اور اس شہر کو آگ لگادی، اسی اکھڑ مزاج کافر کو معتصم کے پاس لایا گیا جبکہ وہی مسلمان عورت اس کے سامنے موجود تھی اور معتصم ابلق گھوڑے پر سوار تھا معتصم نے اس اکھڑ مزاج شخص سے کہا: میں تیرے پاس ابلق گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہوں۔ ابن نحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دین کا اعزاز اسی طرح ہونا چاہیے اور مسلمان حکمرانوں کو بھی ایسا ہی بننا چاہیے۔

[مشارع الأشواق، ج:2 ص:834]

⑤ منصور بن ابی عامر اپنے کسی معرکے سے واپس ہوئے تو ایک عورت محل کے پاس ان کے سامنے آ گئی اور کہنے لگی: اے منصور! لوگ خوش ہیں اور میں رو رہی ہوں کہ میرا بیٹا بلادِ روم میں قید ہے۔ یہ سنتے ہی منصور نے گھوڑے کی لگام موڑی اور لوگوں کو اس مقام پر جہاد کے لئے جانے کا حکم دیا جہاں اس عورت کا بیٹا قید تھا۔ [اعلام الأنام، ص:216]

⑥ عبدالرحمٰن بن عمرہ نے امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کہا: امیر المؤمنین! کیا خیال ہے! اگر وہ کفار کافروں کے ایک آدمی کے

بدلے مسلمانوں کا ایک آدمی چھوڑنے سے انکار کردیں تو میں کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: تو زیادہ کرتے رہنا یہاں تک کہ فرمایا: اگر کفار چار بھی مانگیں تو ہر مسلمان کے بدلے جو وہ مانگیں دے دینا، واللہ! میرے نزدیک ایک مسلمان تمام مشرکین سے زیادہ محبوب ہے، اور جو کچھ بھی تو مسلمان کے فدیہ میں دے گا تو اس سے کامیاب ہوگا، بے شک تو اسلام کا سودا کرنے جارہا ہے۔

[اسری المسلمین بین الأمس والیوم]

⑦ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نصاریٰ کے پوپ سرجوان کے نام اپنا خط لکھتے ہوئے کہتے ہیں: جس قدر تمہارے پاس قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا، اسی قدر اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کا غضب تم پر بڑھتا رہے گا، قبرص کے مسلمان قیدیوں کے بارے میں کیسے خاموش رہا جاسکتا ہے بالخصوص جبکہ ان کی اکثریت غریب اور کم زور افراد پر مشتمل ہے۔[اعلام الأنام، ص:217]

یہ مسلمان قیدیوں کے بارے میں قائدین کے چند جہادی موقف ہیں۔ انھوں نے قیدیوں کو چھڑانے کے بارے میں سستی نہیں برتی اور لشکر تیار کر کے شہروں کو فتح کیا اور قید ہونے والے مردوں اور عورتوں کو آزاد کرایا۔

جہاں تک تعلق ہے آج کے مسلمان قیدی مرد وخواتین کا تو ان کی تعداد ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں میں ہے جو امریکا، پاکستان، روس، یورپ، ایران، سعودی عرب، اردن، افغانستان اور یہود کے کافروں اور مرتدوں کی جیلوں میں قید ہیں، انہیں ہر طرح کی بدترین تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے، عبرتناک سزائیں دی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ جانوروں سے بھی بدترین سلوک کیا جاتا ہے۔

خاص طور پر مرتد حکومتوں اور زنا کی پیداوار آئی ایس آئی (جو پاکستان اور سعودیہ کا انٹیلی جنس ادارہ ہے) کی جیلوں میں۔ ان قیدیوں میں سے بہت سے عذاب سہتے ہوئے شہید بھی ہوجاتے ہیں۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

''مؤمنوں میں سے کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا وہ سچ کر دکھایا، چنانچہ ان میں سے بعض نے اپنا عہد پورا کیا (شہادت پاگئے) اور ان میں سے بعض منتظر ہیں اور انہوں نے (عہد میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔'' [الأحزاب:23]

مسلمان حکمران اور استعماری کارندوں نے ان قیدیوں کو چھڑانے کے لئے کیا کوششیں کی ہیں؟ ان حکام نے اپنی مردانگی اور عزت وشرف کو کھو دیا ہے۔

درحقیقت یہ حکمران امت مسلمہ میں سے ہیں ہی نہیں کہ یہ اللہ کی کسی حرمت کے پامال ہونے پر مشتعل اور غضبناک ہوں یا کافروں کی جیلوں سے مسلمان قیدیوں کو رہائی دلائیں۔

یہ اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر دینے والے اس عظیم کام کے لیے کیسے اٹھ کھڑے ہوسکتے ہیں جبکہ وہ خود اللہ کی حرمتوں کو پامال کر رہے ہیں اور ان کی اپنی جیلیں ان مسلمانوں سے بھری ہوئی ہیں جن کا جرم اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ انھوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

ان حکام کے معاملے پر خاموش رہنا جائز نہیں۔ ان پر نکیر کرنا اور تلوار اور قتال کے ذریعے ان کا تختہ الٹ دینا واجب ہے کیونکہ یہ

اسلام سے مرتد ہو چکے ہیں اور وہ یہود ونصاری کے دوست ہیں۔ یہ حکمران اس امت کی ذلت اور لوگوں کی نظر میں اس کی بے وقعتی کا سبب ہیں۔

یہ مردہ لاشیں ہیں جن کی تدفین ضروری ہے۔

یہ وہ حکمران ہیں جنھوں نے کفار و مرتدین کے ساتھ ذلت آمیز گفت وشنید، کھال اتارنے والے امن معاہدے کئے ہوئے ہیں، فلسطین، پاکستان اور امریکا میں تمام مسلمان قیدی ایسی صورت حال سے دوچار ہیں کہ انہیں چھڑانے والا کوئی نہیں ہے۔

کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أَتُسْبَى الْمُسْلِمَاتُ بِكُلِّ ثَغْرٍ

وَعَيْشُ الْمُسْلِمِيْنَ إِذًا يَطِيْبُ؟

''مسلمان عورتوں کو ہر سرحد سے قید کیا جارہا ہے، اور مسلمان پھر بھی عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہیں؟''

أَمَا لِلّٰهِ وَالإِسْلامِ حَقٌّ

يُدَافِعُ عَنْهُ شُبَّانٌ وَشِيبُ؟

''کیا اللہ کی ذات اور اسلام کا کوئی حق نہیں جس کا دفاع نوجوان اور بزرگ سب مل کر کریں؟''

فَقُلْ لِذَوِي الْبَصَائِرِ حَيْثُ كَانُوا

أَجِيْبُوا اللّٰهَ وَيْحَكُمُ أَجِيْبُوا

''اہل بصیرت سے وہ جہاں کہیں بھی ہوں کہہ دو، تم پر افسوس! اللہ کی پکار پر لبیک کہو اور جواب دو۔''

**اے علمائے امت یاد رکھو!** تم لازمی طور پر اللہ کے دربار میں ایسے دن میں پیش ہونے والے ہو جس دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے...... ہر حمل والی اپنا حمل گرادے گی...... جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا...... اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے...... اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے (بھی)...... ان میں سے ہر شخص کا اس دن ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کردے گا۔ اس ہولناک دن میں رب الارباب کو جواب دینے کے لئے تیار ہو جاؤ، جس دن وہ تم سے امت کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم نے اس امت کی خاطر کیا کیا؟ تم سے مجاہدین کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم نے کس طرح ان کی مدد کی؟ ملت کے دشمنوں کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم نے تیر وتلوار اور دل وزبان سے کس طرح ان کے ساتھ بغض ودشمنی کی؟ بے شک اللہ تعالی تم سے یہود ونصاری، مشرکین، طاغوت اور مرتدین کے ہاتھوں میں موجود قیدیوں کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم نے انہیں کیوں نہیں چھڑایا؟ تمہارے لائق ہے کہ تم علمائے متقدمین، جیسے امام احمد، عز بن عبدالسلام اور ابن تیمیہ رحمہم اللہ، اور دیگر بہت سے علماء کی طرح اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

**اے علمائے کرام!** تم پر لازم ہے کہ تم امت کے چہرہ سے ذلت کی گرد وغبار ہٹاؤ...... اللہ کے لیے دوستی کا اعلان کرو...... امت

کو متحد کرو......ان میں شریعت کے مطابق فیصلے نافذ کرو......اور امیر المسلمین ابو بکر البغدادی حفظہ اللہ کی خلافت کی تائید کرو......حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور حق کو جانتے ہوئے مت چھپاؤ......اللہ تعالی سے پکی سچی توبہ کرو......ان طاغوتوں اور کافروں کے ساتھ جہاد جیسے افضل عمل کی طرف بڑھو......اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

یاد رکھیں! تمہارے خون کی قربانی اس نبوی میراث کا جو تمھارے سینوں میں ہے، ایک طبعی نتیجہ ہے، کیا تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کا دل اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے کانپتا ہو؟ اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ! تو گواہ رہ۔ اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ! تو گواہ رہ۔

**جہاں تک مسلمانوں کی قابلِ احترام چیزوں کے دفاع کا تعلق ہے تو اس کو کفار اور مرتدین کے ہاتھوں سے بچانا فرضِ عین ہے۔**

شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دفاعی جہاد (کفار کو اپنے ممالک سے دفع کرنا) فرضِ عین ہے بلکہ فرضِ عین میں سے اہم ترین فرض ہے جو درج ذیل حالات میں متعین ہو جاتا ہے:

أ۔ جب کفار مسلمانوں کے کسی بھی شہر میں داخل ہو جائیں۔

ب۔ جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو اور جنگ کا نقارہ بج جائے۔

ج۔ جب امام افراد کو یا کسی قوم کو جہاد کے لیے نکلنے کا کہے تو ان پر نکلنا واجب ہو جاتا ہے۔

د۔ جب کفار مسلمانوں کے مجموعہ کو قید کر لیں۔

پھر کہتے ہیں: پہلی حالت کہ کفار مسلمانوں کے شہر میں داخل ہوں، تو اس حالت کے بارے میں سلف وخلف، مذاہبِ اربعہ کے فقہاء، محدثین اور مفسرین کا ہر دور میں علی الاطلاق اتفاق رہا ہے کہ ایسی حالت میں جس شہر پر کفار نے حملہ کیا ہے وہاں کے رہنے والوں اور اس کے قرب وجوار کے لوگوں پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے جس میں بیٹا اپنی باپ کی اجازت کے بغیر، بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، مقروض اپنے قرض خواہ کی اجازت کے بغیر جہاد کے لئے نکلے۔ اگر اس علاقے والے لوگ کافی نہ ہوں یا کمزور ہوں یا سستی دکھائیں یا بیٹھے رہ جائیں تو اس فرضِ عین میں توسیع ہوتی چلی جائے گی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاں تک دفاعی جہاد کا تعلق ہے تو یہ حملہ آور دشمن کو قابل احترام چیزوں اور دین سے دفع کرنے کی سب سے سخت صورت ہے اور یہ بالا جماع واجب ہے۔ حملہ آور دشمن جو دین اور دنیا میں فساد برپا کرے، ایمان کے بعد اسے پیچھے دھکیلنے سے بڑا واجب اور کوئی نہیں، اس کے لئے کوئی شرط نہیں بلکہ اس میں حسب استطاعت دفاع کیا جائے۔[ الاختيارات العلمية، ج: 4، ص:608]

**اب آپ کے سامنے مذاہبِ اربعہ کے فقہاء کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں جن کا اس مسئلہ پر اجماع ہے:**

① فقہائے حنفیہ: ابن عابدین فرماتے ہیں: اگر دشمن اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر حملہ کر دے تو قرب وجوار کے لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

② فقہائے مالکیہ: علامہ دسوقی فرماتے ہیں: جہاد ہر ایک پر چاہے عورت، غلام یا بچہ ہو، دشمن کے حملہ کرتے ہی فرض ہو جاتا ہے۔ وہ جہاد کے لیے نکلیں گے اگر چہ ولی، شوہر اور قرض خواہ انھیں منع کرے۔

③ فقہائے شافعیہ: علامہ رملی کی کتاب نہایۃ المحتاج میں ہے: ''اگر کفار ہمارے کسی شہر میں داخل ہو جائیں اور ہمارے اور ان کے درمیان قصر کی مسافت سے کم سفر ہو تو وہاں کے باشندوں پر دفاع کرنا لازم ہو جاتا ہے حتی کہ وہ لوگ بھی قتال کریں گے جن پر جہاد فرض نہیں جیسے: فقیر، بچہ، مقروض اور عورت۔

④ فقہائے حنابلہ: علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب دشمن اسلامی شہروں میں داخل ہو جائے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کو روکنا وہاں کے قریب ترین لوگوں پر فرض ہے، اس لیے کہ تمام بلاد اسلامیہ بمنزلہ ایک شہر کے ہیں۔ دفاعی جہاد کے لئے والد اور قرض خواہ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ سے منقول نصوص اس بات پر صریح ہیں۔

[الفتاوی الکبری:4/608، دیکھئے: انسائیکلو پیڈیا آف ذخائر عزام:1/118]

**⑱ ہم امت مسلمہ کے لئے اپنے دینی معاملات کی تعلیم حاصل کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں اگر چہ اس کے نتیجہ میں کچھ دنیاوی مفادات پر زد آجائے، اور دنیاوی علوم میں سے جس قدر علوم کی امت کو ضرورت ہے انہیں بھی واجب خیال کرتے ہیں جب کہ اس کے علاوہ باقی علوم وفنون کا حاصل کرنا مباح سمجھتے ہیں جب تک کہ ان کو حاصل کرتے ہوئے شرعی ضابطوں سے تجاوز نہ کیا جائے۔**

**وضاحت:** پہلے نمبر پر: علماء کا دینی علم کے حصول کے واجب ہونے پر اتفاق ہے، اس کے واجب ہونے کے دلائل یہ ہیں:

① قرآن مجید سے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[النحل:43]

''تم اہل علم سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے۔''

② رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے: آپ ﷺ نے فرمایا:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ))

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

اس روایت کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے، یہ حدیث اپنے تمام طرق کے ساتھ صحیح ہے۔

③ اجماع: علامہ عبدالقادر بن عبدالعزیز نے علم دین کے طلب پر اجماع نقل کیا ہے۔

دوسرے نمبر پر: علماء کا اتفاق ہے کہ دینی علم کی فرض ہونے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

**أولاً:** وہ علم دین جس کا حصول فرضِ عین ہے، یہ وہ علم ہے جس کا حاصل کرنا ہر مکلّف انسان کے لئے ضروری ہے، اس علم کو سیکھے بغیر مکلّف آدمی اپنے شرعی واجب کو جس کی ادائیگی اس پر لازم ہے، ادا نہیں کر سکتا۔

فرضِ عین علم کی دو قسمیں ہیں:

① وہ علم جس کا سیکھنا مسلمان کے لئے شروع ہی میں ضروری ہے، ایسا اس کے بار بار پیش آنے کی وجہ سے ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

الف۔ قسم عام: فرضِ عین عام علم: یہ وہ علم ہے جس میں تمام مکلّف انسان مشترک ہیں اور سب پر بغیر کسی استثنا کے اس علم کو حاصل کرنا لازم ہے جیسے ایمان مجمل، طہارت، نماز، روزہ، حلال وحرام۔

ب۔ قسمِ خاص: فرض عین خاص علم: یہ وہ علم ہے جو بعض لوگوں پر فرض ہے جب کہ بعض پر نہیں، یا تو ان پر اس کی ادائیگی کی قدرت کی وجہ سے فرض ہے جیسے: زکوۃ، حج یا ان کے کسی عمل کو اپنے اختیار کے ساتھ شروع کرنے کی وجہ سے، جیسے نکاح، تجارت، یا ان پر کسی واجب کے تعین ہونے کی وجہ سے وہ علم فرض ہوا ہے جیسے قاضی حضرات اور جہادی امراء ہیں۔ جس پر کوئی واجب متعین ہو یا وہ کسی مباح کام میں مشغول ہو جیسے نکاح اور تجارت، تو دوسرے لوگوں کے بجائے اس شخص پر اس کے احکام سیکھنا لازم ہو جاتا ہے۔

② وہ علم جس کا حاصل کرنا ابتداء سے مسلمان پر فرض عین نہیں۔ اس میں وہ چیزیں داخل ہیں جن کا وقوع نادر ہے، ان چیزوں کی تعلیم اور ان کے بارے میں سوالات کرنا اس وقت فرض ہوگا جب یہ چیزیں واقع ہو جائیں یا ان کے واقع ہونے کی توقع ہو، ایسی چیزوں کو نوازل (پیش آنے والے حادثات) کہا جاتا ہے۔

**ثانیاً:** شریعت کا فرضِ کفایہ علم: وہ علم جس کا حاصل کرنا اور حفظ کرنا امتِ مسلمہ پر واجب ہے، اگر اس علم کو کچھ لوگ بقدر کفایت حاصل کر لیں تو انھیں ثواب اور فضیلت حاصل ہوگی اور سب سے گناہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر بعض لوگ اسے بقدر کفایت حاصل نہ کریں تو سب لوگ گنہگار ہوں گے، فرضِ کفایہ علم ان شرعی علوم کو حاصل کرنے پر مشتمل ہے جو مسلمانوں کے لیے ان کے دین کی اقامت کے حوالے سے ضروری ہیں جیسے پورے قرآن پاک کا حفظ کرنا، احادیث، ان کے متعلقہ علوم اور ان کے راویوں کی معرفت، فقہ، اصولِ فقہ، اجماع، خلاف، لغت، نحو وصرف۔

**جہاں تک دنیوی علوم کا تعلق** ہے تو یہ علوم بھی جس قدر امت کو ان کی ضرورت ہو، فرض ہیں کیونکہ (شرعی قاعدہ ہے) وہ چیز جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہو، وہ بھی واجب ہوتی ہے، پھر قرآن پاک بھی دیگر پرانے علوم پر مشتمل ہے، جیسے: طب، مناظرہ، ہیئت، جیومیٹری، جبر ومقابلہ (حساب) اور نجامہ (ستاروں کا علم) وغیرہ۔ [أضواء البیان، ج:3، ص:255]

① جہاں تک علمِ طب کا تعلق ہے تو اس کا مدار صحت کے نظام کی حفاظت اور طاقت کے استحکام پر ہے، اس کا تعلق متضاد کیفیات کے تحت مزاج میں اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسے ایک آیت میں جمع کر دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾ [الفرقان:67]

''اور ان کا خرچ اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔''

② جہاں تک علمِ ہیئت کا تعلق ہے تو یہ کئی سورتوں کی بہت سی آیات میں جن میں آسمان وزمین کی بادشاہت اور عالَمِ علوی اور سفلی میں پھیلی ہوئی مخلوقات کا ذکر ہے، بیان ہوا ہے۔

③ جہاں تک علمِ ہندسہ (جیومیٹری) کا تعلق ہے تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنْطَلِقُوْا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ o لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ﴾ [المرسلات:30-31]

''چلو تین شاخوں والے سائے (دھوئیں) کی طرف، نہ ٹھنڈک پہنچانے والا اور نہ شعلوں سے بچاؤ کرے۔''

اس میں علم ہندسہ کا فارمولا بیان ہوا کہ مثلث شکل کا سایہ نہیں ہوتا۔

④ جہاں تک علمِ مناظرہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں بہت سی آیات میں دلائل وبراہین، مقدمات، نتائج اور اثبات اور اعتراض پر مبنی کلام جیسی بہت سی چیزوں کا ذکر موجود ہے، اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا مناظرہ اس علم کی ایک بڑی بنیاد ہے۔

قرآن مجید میں مختلف پیشوں کے اصول اور ان آلات کے نام ذکر ہوئے ہیں جن کی ضرورت پڑتی ہے۔ پیشیں یہ ہیں:

⑤ سلائی کے پیشے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ﴾ [طه:121]

''اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے۔''

⑥ لوہار کے پیشے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿آتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ﴾ [الكهف:96]

''تم مجھے لوہے کے تختے لا دو۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾ [سبأ:10]

''اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا۔''

⑦ ترکھان کے پیشہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ﴾ [المؤمنون:27]

''کہ کشتی تیار کرو۔''

⑧ سوت کاتنے اور دھاگے بنانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا﴾ [النحل:92]

''اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت محنت سے کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔''

⑨ کپڑا بننے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا﴾ [العنکبوت:41]

''ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا کارساز بنائے، مکڑی کی سی ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا۔''

⑩ کاشتکاری کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَفَرَاَيْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ﴾ [الواقعة:63]

''بھلا بتاؤ تو! جو کچھ تم بوتے ہو۔''

اور بہت سی آیات میں کاشتکاری کا ذکر موجود ہے۔

⑪ شکار کا ذکر بہت سی آیات میں موجود ہے۔

⑫ غوطہ خوری کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ﴾ [ص:37]

''اور شیاطین (جنات) کو (بھی تابع کر دیا) ہر عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے کو۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً﴾ [النحل:14]

''اور تم اس (بحر) میں سے زیور (موتی) نکالو۔''

⑬ ڈھلائی اور سنار کے پیشہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ﴾ [الأعراف:148]

''اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنالیا، وہ ایک جسم تھا جس کی آواز گائے کی تھی۔''

⑭ شیشہ کاری کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ﴾ [النمل:44]

''یہ تو شیشوں سے جڑا محل ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ﴾ [النور:35]

''چراغ ایک شیشے (کی قندیل) میں ہو، شیشہ جیسے چمکتا ستارہ ہو۔''

⑮ کمہار کے پیشہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ﴾ [القصص:38]

''اے ہامان! تو میرے لیے گارے (کی اینٹوں) کو آگ دے۔''

⑯ کشتی رانی (ملاح) کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ﴾ [الکهف:79]

''وہ کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں چلاتے تھے۔''

⑰ کتابت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ [العلق:4]

''وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔''

اور بہت سی آیات میں کتابت کا ذکر موجود ہے۔

⑱ روٹی اور آٹے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنِّیْ اَرٰىنِیْ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ﴾ [یوسف:36]

''بے شک میں خود کو دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں، ان میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔''

⑲ پکائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ﴾ [هود:69]

''پھر دیر کیے بغیر وہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔''

⑳ کپڑوں کی دھلائی اور صفائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ [المدثر:69]

''اور اپنے کپڑے پاک رکھیے۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ﴾ [المآئدۃ:112]

''حواریوں نے کہا'' اوروہ دھوبی تھے۔

㉑ قصائی کے پیشہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ﴾ [المآئدۃ:112]

''سوائے اس کے جسے تم ذبح کرلو۔''

㉒ خرید وفروخت کے بارے میں بہت سی آیات موجود ہیں۔

㉓ رنگائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ [البقرۃ:138]

''اللہ کا رنگ اختیار کرو! اور رنگ کے لحاظ سے اللہ سے زیادہ اچھا کون ہے؟''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ﴾ [فاطر:27]

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بلاشبہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے ایسے پھل نکالے جن کے رنگ مختلف ہیں اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ گھاٹیاں ہیں، ان کے رنگ مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ بھی۔''

㉔ پتھروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا﴾ [الأعراف:74]

''اور تم پہاڑوں سے گھر تراشتے ہو۔''

㉕ ماپ تول کا ذکر بہت سی آیات میں ہوا ہے۔

㉖ پھینکنے اور تیراندازی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ [الأنفال: 17]

''اور (اے نبی!) جب آپ نے (مٹھی بھر خاک ان کی طرف) پھینکی تو وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ [الأنفال: 60]

''اور ان (کافروں کے مقابلے) کے لیے تم مقدور بھر قوت تیار رکھو۔''

قرآن پاک میں آلات، ماکولات، مشروبات، منکوحات اوران تمام چیزوں کے نام موجود ہیں جو ظاہر ہوچکی ہیں یا ظاہر ہونے والی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے معنی کو ثابت کرتی ہیں:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ [الأنعام:38]

''ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جس کا ذکر نہ کیا ہو)۔'' [فتنة الديمقراطية، ص:31]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے شریعت کے مسمی، حکمِ شرعی اور علمِ شرعی کے بارے میں جو کچھ سے ذکر کیا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسان اپنے معاملات میں سے کسی بھی معاملے میں شریعت سے باہر نہ نکلے بلکہ جو کام بھی اس کے لیے مناسب ہے، وہ شریعت کے اصول، فروع، احوال، اعمال، سیاست اور معاملات وغیرہ میں موجود ہے۔ **والحمد للّٰہ رب العالمین۔**

[مجموع الفتاوی:309/19]

سید قطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دینِ اسلام تمام بشری فطری ضرورتوں، شوقوں اور انسانی زندگی کی تمام حاجات کی تعمیل کے ساتھ کامل مطابقت و یکسانیت کے اعتبار سے عجیب دین ہے۔ دینِ اسلام کا نقشہ وخاکہ انسانی نقشہ وخاکہ کے عین مطابق ہے اور اس کی تکوین انسانی تکوین وتخلیق کے عین موافق ہے۔ جس وقت دینِ اسلام کے بارے میں شرح صدر ہوجاتا ہے تو انسان کو دین میں ایسی خوبصورتی، تجربے، انسیت اور راحت ملتی ہے جسے صرف وہ شخص محسوس کرسکتا ہے جس نے اسے چکھا ہو۔ [ظلال القرآن:983/2]

## ⑲ ہم فحاشی و بے حیائی کی دعوت دینے والے اور اس کے معاون وذریعہ بننے والے ہر کام کو حرام سمجھتے ہیں اور عورت کے لئے شرعی طور پر چہرہ ڈھانپنے، بے پردگی اور اختلاط سے دور رہنے اور عفت و پاکدامنی کو لازم پکڑنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

**وضاحت:** ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ [الأنعام:151]

''اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا چھپے ہوئے ہوں۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النور:19]

''بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

یہ دونوں آیتیں ہر طرح کی بے حیائی کو پھیلانے کی حرمت پر دلالت کررہی ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے قریب جانے سے خبردار کیا ہے اور اس پر دردناک عذاب کی وعید بیان کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم اور پہلی جاہلیت والی زیب وزینت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ [الأحزاب:33]

''اور تم اپنے گھروں میں ٹک کر رہو، اور گزشتہ دورِ جاہلیت کی زیب وزینت کی نمائش کے مانند (اپنی) زیب وزینت کی نمائش نہ کرتی پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ [النور:31]

''اور اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا)). [رواه مسلم وغيره]

''جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ (یہ بعد میں ہوں گی:) ایک وہ لوگ جن کے پاس گائے (بیل) کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ اور دوسری وہ عورتیں جو لباس پہنی ہوں گی (مگر) برہنہ (ننگی) ہوں گی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹ کے جھکے ہوئے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی (بلکہ) اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو تو اتنے اتنے فاصلے سے آئے گی۔''

سب سے خطرناک کام جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے، وہ مرد اور عورت دونوں کا باہمی اختلاط ہے کیونکہ یہ بے حیائی کی طرف لے جانے والے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔

اور سب سے زیادہ خطرناک چیز عورت کا غیر محرم کے ساتھ خلوت اختیار کرنا ہے، اس لیے کہ اس سے شیطان کے آنے کا راستہ کھل جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے، وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''

جبکہ اسلام نے خلوت وتنہائی کے معاملے میں سختی کی ہے حتی کہ غیر محرم رشتہ داروں کے ساتھ بھی جیسے: چچازاد بہن اور ماموں زاد بہن۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ))، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: ((اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ)). [متفق عليه]

''تم (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے گریز کرو۔'' ایک انصاری آدمی نے کہا: شوہر کے قریبی رشتے دار کی بابت آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شوہر کا قرابت دار تو موت ہے۔''

[اَلْحَمْوُ کے معنی ہیں: شوہر کا قریبی رشتے دار جیسے اس کا بھائی (بیوی کا دیور اور جیٹھ) اس کا بھتیجا اور اس کا چچازاد]

اسی طرح ہم مسلمان عورتوں کو غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے سے خبردار کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ)). [متفق عليه]

''کوئی عورت محرم رشتے دار کے بغیر سفر نہ کرے۔''

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ [النور:27]

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، حتی کہ تم اجازت لے لو، اور ان گھر والوں کو سلام کرو۔''

یہ آیت اُن لوگوں کے اجازت طلب کرنے کے بارے میں ہے جو گھروں سے باہر ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ [النور:30]

''(اے نبی!) آپ مؤمن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ [النور:31]

''اور آپ مؤمن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔''

یہ نظر کے احکام کے بارے میں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ [النور:31]

''اور اپنی زینت نہ کھولیں مگر جو (از خود) اس میں سے ظاہر ہو، اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔''

یہ آیت پردے کے احکام کے بارے میں ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ)). [متفق عليه]

''اجازت کا طلب کرنا اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ نامحرم پر نظر نہ پڑے۔''

حجاب کے معنی کو صرف بدن چھپانے کے ساتھ مقید کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس کا وسیع مفہوم سمجھنا ضروری ہے، جو درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

① عورت اپنا بدن اجنبی لوگوں سے چھپائے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ [النور:31]

''اور اپنی زینت نہ کھولیں مگر جو (از خود) اس میں سے ظاہر ہو، اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ [الأحزاب:59]

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکا لیا کریں، یہ (بات) اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے۔''

② عورت گھر کے اندر اور گھر کے باہر اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط سے بچے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ﴾ [الأحزاب:53]

''اور جب تم ان (ازواجِ نبی) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

③ عورت اپنے گھر میں مستور رہے اور بغیر مجبوری یا ضرورت کے اپنے گھر سے باہر نہ نکلے، حتیٰ کہ عورت کے اپنے گھر میں نماز ادا کرنے کو رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز ادا کرنے سے افضل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ [الأحزاب:33]

''اور تم اپنے گھروں میں ٹک کر رہو، اور گزشتہ دورِ جاہلیت کی زیب وزینت کی نمائش کے مانند (اپنی) زیب وزینت کی نمائش نہ کرتی پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اے اہل بیت! بس اللہ تو چاہتا ہے کہ وہ تم سے ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔''

اس آیت سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ عورت کا اپنے گھر میں ٹھہرنا اس کے دل اور آبرو کی پاکیزگی اور اس کو گندگی سے بچانے کا ذریعہ ہے۔

یہی حجاب کا وسیع معنی ومفہوم ہے جس کو سمجھ لینا چاہیئے۔ اور یہ تمام امور فتنہ کے ذرائع کو روکنے کے لئے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ)). [متفق عليه]

''میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ خطرناک فتنہ کوئی اور نہیں چھوڑا۔''

## عورت کے لباس میں درج ذیل صفات کا ہونا لازمی ہے:

- لباس مکمل اور تمام بدن کو چھپانے والا ہو
- کپڑا کشادہ اور ڈھیلا ہو جس سے بدن نمایاں نہ ہو
- کپڑے کی موٹائی اتنی ہو کہ اس کے نیچے والا حصہ نظر نہ آئے
- کپڑا بذات خود زینت والا اور فیشنی نہ ہو
- شہرت والا لباس نہ ہو
- مردوں کے لباس کے مشابہ بھی نہ ہو، اور کفار کے لباس کے مشابہ بھی نہ ہو۔

جس لباس میں یہ صفات پائی جائیں، وہ اسلامی لباس ہے۔

**عورت کا چہرہ ستر ہے:** بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اجنبی لوگوں کے سامنے عورت کا اپنے چہرہ کو چھپانا واجب نہیں ہے۔ یہ قول ان لوگوں کے لیے فتنہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ شاذ منہج ہے کیونکہ اس کا استدلال ضعیف اور کمزور روایات سے کیا گیا ہے۔

اس کا استنباط ایسے دلائل سے کیا گیا ہے جو معروف طرز استدلال اور اصول فقہ کے طریقِ استنباط کی رو سے اس بات پر کسی بھی طرح دلالت نہیں کرتے۔

اس میں قواعد ترجیح کی رعایت نہیں رکھی گئی۔ ہر مسلمان کے لئے یہاں جو بات جاننا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا اپنے چہرہ کو چھپانا واجب ہے۔ اس کے بارے میں درج ذیل دلائل ہیں:

① اللہ تعالیٰ کے فرمان میں صریح حکم آیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ﴾ [النور:31]

''اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔''

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلی مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ

﴿بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوبِهِنَّ﴾ اتاری تو انہوں نے اپنے چادروں کو پھاڑا اور ان سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔

[رواه البخاري معلقا:4758]

ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں اختمار کی کیفیت بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں: صحابیات رضی اللہ عنہن نے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا یعنی اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ اوڑھنی کو سر پر رکھ کر اس کو دائیں جانب سے بائیں کندھے پر لٹکا لیتیں۔ اسی کو اوڑھنی اوڑھنا کہا جاتا ہے۔[فتح الباري:490/8]

اور شنقیطی رحمہ اللہ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر تعلیق چڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح اور مذکورہ صحابیات رضی اللہ عنہن کے بارے میں صریح ہے کہ وہ سمجھ گئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوبِهِنَّ﴾ کا معنی ومفہوم یہ تقاضا کرتا ہے کہ عورتوں کا چہرہ چھپا ہونا چاہئے...... نیز اس کے ساتھ انصاف پسند آدمی کے لیے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کا مردوں سے پردہ کرنا اوران سے اپنا چہرہ چھپانا کتاب اللہ کی تفسیر کرنے والی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔[أضواء البيان : 594/6]

② اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں واضح حکم ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ﴾ [الأحزاب:59]

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکا لیا کریں، یہ (بات) اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے۔''

جلابیب جلباب کی جمع ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ جلباب اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے سارا بدن ڈھانپا جاتا ہے۔ لوگوں کا جلباب (چادر) لٹکانے کی کیفیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چادر کو عورت اس انداز سے لپیٹے کہ اس کی دیکھنے والی صرف ایک آنکھ نظر آئے۔[قرطبي:4/ 243]

ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ علی بن ابی طلحہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مؤمنین کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ اپنے گھروں سے کسی ضرورت کے لیے نکلیں تو اپنے چہروں پر سر کے اوپر سے چادر ڈالیں اور صرف ایک آنکھ کو نکال کر رکھیں۔[تفسير ابن كثير:518/3]

③ ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ افک کے بارے میں لمبی حدیث مروی ہے، جس میں ہے کہ: ''صفوان بن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے چلا کرتے تھے، جب وہ میری جگہ پر پہنچے تو انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا سایہ دیکھا۔ وہ میرے قریب آئے تو انھوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا، اور انہوں نے مجھے حجاب کے حکم سے پہلے دیکھا ہوا تھا، ان کے مجھے پہچانتے ہی إنا لله وإنا إليه راجعون

پڑھنے پر میں بیدار ہوگئی تو میں نے اپنا چہرہ چادر سے ڈھانپ لیا۔'' [رواه البخاري:4750]

ابن حجر رحمہ اللہ بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَاب ''حجاب نازل ہونے کے بعد'' کے بارے میں فرماتے ہیں: یعنی حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد، اور مراد عورتوں کا پردہ کرنا ہے کہ مرد ان کو نہ دیکھیں، عورتوں کو اس سے پہلے منع نہیں کیا جاتا تھا۔

اور حدیث کے الفاظ: فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي ''جب انہوں نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا'' سے پتہ چل رہا ہے کہ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا چہرہ سوتے ہوئے کھل گیا تھا، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے اپنی چادر لپیٹی ہوئی تھی اور سوگئی تھیں، جب وہ سیّدنا صفوان رضی اللہ عنہ کے إنا للّٰہ وإنا إليه راجعون پڑھنے پر بیدار ہوئیں تو انھوں نے فوراً اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اور حدیث کے الفاظ: وكان يراني قبل الحجاب کا معنی یہ ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے قبل انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔'' [فتح الباري:458/8]

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (( لَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْن )). [رواه البخاري:1838]

''محرم عورت نقاب نہ کرے اور دستانے نہ پہنے۔''

یہ حدیث اپنے مفہوم مخالف کے ساتھ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ غیر محرم عورت نقاب کرے اور دستانے پہنے، یعنی اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کو ڈھانپے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح حدیث میں ہے کہ محرم عورت کو نقاب پہننے اور دستانوں سے روکا جائے گا۔ اور یہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے کہ نقاب کرنا اور دستانے پہننا غیر محرم عورتوں میں مشہور تھا، اور یہ عورتوں کے چہرے اور ہاتھوں کو چھپانے کا تقاضا کرتی ہے۔ [مجموع الفتاوی:371/14]

یہ حجاب کے موضوع کی آخری بات ہے۔ جو اس مسئلہ کی مزید تحقیق چاہتا ہے، وہ مسلمان عورت کے پردے سے متعلق متقدمین و متاخرین علماء کی کتب کا مطالعہ کرے۔

اللہ تعالی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ اور وہی ہمارے لئے کافی اور وہ بہترین کارساز ہے۔

یہ عراق وشام کی اسلامی حکومت کے عقیدہ سے متعلق آخری بات تھی جو میں نے ذکر کی اور میں نے اختصار سے کام لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دولة إسلامية کے سپاہیوں میں سے بنائے۔ اور اللہ تعالیٰ دولة إسلامية کی حفاظت فرمائے اور اپنی مدد کے ذریعے اس کی تائید فرمائے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

18 شوال 1435ھ
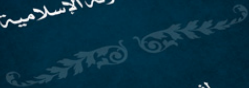
التوضيحات الخراسانية
لعقيدة الدولة الإسلامية
لفضيلة الشيخ
أبي يزيد عبد القاهر خراساني حفظه الله
ABTALUL ISLAM
abtalulislam.jimdo.com